ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

(بین الاقوامی امور)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

Raza Research Institute

www.imamahmadraza.net

نعت شریف

کلام: تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے / لُٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

قدم بن جائے میرا سر مدینہ آنے والا ہے / بچھوں رہ میں نظر بن کر مدینہ آنے والا ہے

جو دیکھے ان کا نقشِ پا خدا سے وہ نظر مانگوں / چراغِ دل چلوں لے کر مدینہ آنے والا ہے

کرم ان کا چلا یوں دل سے کہتا راہِ طیبہ میں / دلِ مضطر تسلی کر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ کی نچھاور ہیں یہ میرا دل مری آنکھیں / نچھاور ہوں مدینہ پر مدینہ آنے والا ہے

الٰہی میں طلب گارِ فنا ہوں خاک طیبہ میں / الٰہی کر نثار در مدینہ آنے والا ہے

مدینہ کو چلا میں بے نیازِ رہبرِ منزل / رہِ طیبہ ہے خود رہبر مدینہ آنے والا ہے

مجھے کھینچے لیے جاتا ہے شوقِ کوچۂ جاناں / کھنچا جاتا ہوں میں یکسر مدینہ آنے والا ہے

وہ چمکا گنبدِ خضریٰ وہ شہرِ پُر ضیاء آیا / ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے

جہاں سے بے خبر ہو کر چلے خلدِ مدینہ میں / چلو اب ہوش کی پی کر مدینہ آنے والا ہے

مدینے میں کھلے بابِ حیاتِ نو بطرزِ نو / بدل ڈالو کہن دفتر مدینہ آنے والا ہے

زرا اے مرکبِ عمرِ رواں چل برق کی صورت / دکھا پرواز کے جوہر مدینہ آنے والا ہے

چلب گارِ مدینہ تک مدینہ خود ہی آجائے / تو دنیا سے کنارہ کر مدینہ آنے والا ہے

مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی / تو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

فلک شاید زمیں پر رہ گیا خاکِ گزر بن کر / بچھے ہیں راہ میں اختر مدینہ آنے والا ہے

فضائیں مہکی مہکی ہیں ہوائیں بھینی بھینی ہیں / بس ہے کیسی مشکِ تر مدینہ آنے والا ہے

قمر آیا ہے شاید ان کے تلووں کی ضیاء لینے / بچھا ہے چاند کا بستر مدینہ آنے والا ہے

محمد (ﷺ) کے گدا کچھ فرش والے ہی نہیں دیکھو / وہ آتا ہے شہِ خاور مدینہ آنے والا ہے

غبارِ راہِ انور کس قدر پُر نور ہے اخترؔ

تنی ہے نور کی چادر مدینہ آنے والا ہے

(نغماتِ اختر المعروف سفینۂ بخشش)

بفیضانِ نظر: مفتی تقدس علی خاں * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی

محسنِ ادارہ: الحاج شفیع محمد قادری

بانیِ ادارہ: مولانا سید محمد ریاست علی قادری

مدیرِ اعلیٰ:	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
مدیر:	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر:	پروفیسر دلاور خاں
ممبرانِ ادارتی بورڈ	پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن امام صاحبزادہ سید ریاست رسول قادری

ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ **معارفِ رضا** کراچی

جلد: 19 شمارہ: 09

ستمبر 2018ء، ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ

حُسنِ ترتیب

مجلس مشاورت

- علامہ سید شاہ عبدالحق قادری
- سید صابر حسین شاہ بخاری
- حافظ عطاالرحمٰن رضوی
- پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد
- پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں
- ڈاکٹر سلیم اللہ جندران
- پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود
- کے ایم زاہد

معاونین

* حاجی عبداللطیف قادری (بانی رکن)
* الحاج حاجی محمد حنیف طیب
* جاوید قادری
* الحاج سید مومن علی
* الحاج اختر عبداللہ
* وسیم سہروردی و برادران
* الحاج عبدالرزاق تابانی (بانی رکن)

ہدیہ فی شمارہ: 50 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/500 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/1000 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 00450052144503

حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ﴿ادارہ﴾

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

{اپنی بات}

"مظہر امام احمد رضا"

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی (المتوفی 1340ھ / 1921ء) قدس سرہ العزیز ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی قرآن کریم کی اس آیت کے مظہر اور عملی تفسیر تھے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (سُوْرَۃُ النِّسَآء، آیت 144)

ترجمہ: اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔۔۔۔

راقم کے مطالعہ اور تحقیق کے مطابق امام احمد رضا خاں نے اہلِ ایمان کے علاوہ کسی سے کسی بھی قسم کی یاری دوستی نہ فرمائی اور کبھی بھی مصلحت سے کام نہ لے لیا اور نہ کسی بدمذہب سے دوستی رکھی۔ انگریز دور حکومت میں کافروں سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے بادشاہوں کے سروں کو ہمیشہ نیچے رکھا وہ اس طرح کے لفافوں پر جو وکٹوریہ بادشاہوں اور ملکاؤں کے ٹکٹ لگے ہوتے تو آپ پتہ لفافے کو الٹا کر کے لکھتے کہ جب کوئی اس لفافے پر پتہ پڑھ رہا ہوتا تو کفار کے سر تاج سمیت زمین کی طرف ہوتے۔ اسی طرح جب آپ نے بدمذہب علماء کو خطوط لکھے کہ ان کی اصلاح کی جائے تو کوئی ایسا لقب یا لفظ تعریف میں نہ لکھا کہ جس سے بدمذہب علماء کی ظاہر اُد لجوئی ہو۔ امام احمد رضا کی تحریروں کا زمانہ ایک دو دن کی بات نہیں 55 سال کا طویل زمانہ ہے اس دوران آپ نے ہمیشہ اوپر پیش کردہ فرمان الٰہی پر مکمل عمل فرمایا:

مگر جہاں انہوں نے دشمنوں سے نفرت کا اظہار کیا وہیں مسلمانوں سے اظہار محبت بھی کیا اور اس آیت کا مظہر بنے رہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔۔۔۔۔ (سُوْرَۃُ الْفَتْح، آیت 29)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل۔۔۔۔۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کا اہلِ ایمان سے محبت کا اظہار ان کے علمی شہ پاروں میں متعدد مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے یہاں صرف ایک مثال دے رہا ہوں کہ آپ اپنے ایک شاگرد، مرید اور خلیفہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد الباقی برہان الحق قادری رضوی جبلپوری علیہ الرحمۃ کو جو عمر میں آپ سے بہت چھوٹے ہیں کس طرح مخاطب کرتے ہیں:

ولدی الاعز راحة روحی وبهجة قلبی جعله الله تعالیٰ حق سبحنهٗ برهان الحق المبين۔ آمين

اسلام عليكم و رحمة وبركاتهه۔"

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

غرہ شعبان الخیر یوم الجمعۃ المبارک ۳۷ھ

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی میں اشداء اعلیٰ الکفار کا غلبہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ کا رنگ ہے ایک موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اس وقت تمام صحابہ کرام بشمول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے ایک شخص وہاں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے بولے "اے محمد (اللہ کے رسول) انصاف کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خرابی ہو تیری اگر میں ہی انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اس گستاخی پر سخت غصہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو اس گستاخ کا سر قلم کر دوں۔

"آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اس کی نسل سے لوگ آنے والے ہیں جن کی نمازوں کے مقابل تم اپنی نمازوں کو ہیچ جانو گے، ان کے

روزوں کے مقابل تم اپنے روزوں کو ہیچ جانو گے مگر وہ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار پر نشانہ پار کر کے نکل جاتا ہے مگر وہ دین میں واپس نہ آئیں گے۔"

[صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی نشانی کیا ہو گی، فرمایا سر منڈوانہ یا سر منڈا رکھنا]

(الجامع الصحیح البخاری)

دین سے خارج گروہ سے متعلق ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہو گی جن کی عمریں کم ہوں گی، بے عقل ہوں گے، قرآن کریم پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، احادیث رسول پیش کرینگے، دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔"

(جامع الترمذی باب الفتن)

علامہ سید محمد امین المعروف ابن عابدین شامی ردالمتار شرح درمختار میں فرماتے ہیں: "جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب (نجدی) کے متبعین جو نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر حملہ آور ہوئے کہ وہ حنبلی کہلاتے ہیں لیکن ان کے خیال میں صرف وہی مسلمان ہیں اور باقی تمام لوگ مشرک ہیں" (ردالمتار علی الدر المختار، جلد 3)

آخر میں حضرت نافع کی روایت کردہ حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالکل واضح الفاظ میں نجدیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نجد موجودہ ریاض جو سعودی عرب کا دارالخلافہ ہے اس کے متعلق فرمایا کہ وہاں سے شیطان کے سینگ نکلیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقع پر دعا فرماتے ہیں:

"اے اللہ ہمیں اور ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے لوگ عرض گذار ہوئے کہ ہمارے نجد میں بھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ دعا کی اے اللہ ہمیں اور ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگ دوبارہ عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے نجد میں بھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تیسری مرتبہ میں فرمایا وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا سینگ وہیں سے نکلے گے۔ (صحیح البخاری باب الفتن)

امام احمد رضا نے اس وہابی اور نجدی تحریک سے متعلق اپنے فتاویٰ میں بہت کچھ لکھا صرف ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں چونکہ یہ فرقہ وہابی ونجدی امام احمد رضا کے زمانے میں ہند میں بہت تیزی سے پھیل رہا تھا اس لیے آپ نے اس کے سدباب کے لیے کئی فتوے دیئے اور ان کی نشانیوں سے عوام اہلِ سنّت کو بروقت آگاہ بھی کیا۔

"وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے ان کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے۔۔۔۔ زمانہ اسلام میں اس کا ہادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان ارفع میں کلمہ توہین کہا۔۔۔۔ ہر زمانے میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں ابن عبدالوھاب نجدی اس فرقہ باطلہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے کتاب "التوحید" لکھی۔۔۔۔۔۔ اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنہ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا۔ کتاب التوحید کا ترجمہ تقویت الایمان کے نام سے کیا گیا۔۔۔۔ اب جو ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بد دین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، جلد نہم (قدیم)، ص 3-4، مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا نے اہلِ نجد اور دشمنانِ دین کا دوٹوک فتویٰ کئی اشعار کی صورت میں بھی دیا ہے فرماتے ہیں:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیاتِ ولادت کیجئے

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

امام احمد رضا نے اپنے وصال سے چند گھنٹے قبل اپنے تمام گھر والوں کو جمع کیا اور پھر کچھ وصیتیں فرمائیں جو نہ صرف ان کی اولاد کے لیے تھیں بلکہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لیے یہ وصیت نامہ قلمبند کروایا ان وصیتوں میں سے چند باتیں ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔

(۲)۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(۳)۔ میں پونے 14 برس کی عمر سے یہ بتاتا چلا آیا ہوں اس وقت (بعمر 67 سال) پھر یہ عرض کرتا ہوں اس لیے ان باتوں کی بغور سنو اللہ کی محبت قائم ہو چکی۔ (وصایا شریف، امام احمد رضا، مطبوعہ کراچی)

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اسمٰعیل رضا عرف اختر رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی الزہری علیہ الرحمہ (پ 24 ذیقعدہ 1362ھ / 23 نومبر 1943ء) المتوفی 6 ذیقعدہ 1439ھ / 20 جولائی 2018ء) ابن مولانا مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری رضوی بریلوی (م 1385ھ / 1965ء) ابن مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں قادری رضوی بریلوی (م 1362ھ / 1943ھ) ابن مولانا مفتی امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی (م 1340ھ / 1921ء) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م 1297ھ / 1880ء) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی (م 1282ھ / 1865ء) خاندان رضا کی چھٹی پشت میں تسلسل کے ساتھ 1967ء تا 2018ء 50 برس فتویٰ نویسی فرماتے رہے جن کے جد امجد حضرت مولانا مفتی محمد رضا علی خاں نے 1246ھ میں مسند افتاء کی اس خاندان میں بنیاد رکھی تھی۔

مولانا مفتی اختر رضا خاں القادری البریلوی الازہری علیہ الرحمۃ امام احمد رضا کے پڑپوتے ہی نہ تھے بلکہ آپ کے علمی وارث بھی تھے اور تعلیماتِ رضا کے مظہر اور مکمل پرتو تھے۔ چنانچہ آپ نے امام احمد رضا کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے 67 سالہ زندگی میں کسی بدمذہب سے نہ دوستی کی اور نہ ہی کسی سے ہاتھ تک ملایا اگرچہ دور حاضر میں اکثر علماء و مشائخ مصلحتوں کا شکار رہے اور اکثریت نے مفتی اختر رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی اس شدت پر نکتہ چینی بھی کی اور اور راقم نے درجنوں مرتبہ مختلف علماء و مشائخ سے ان کی نجی محافل میں بھی یہ کہتے سنا کہ اس شدت کی وجہ سے ہم معاشرے میں تنہا رہ جائینگے اور بدمذہب حضرات تمام معاملات پر قبضہ کرلینگے مگر مفتی اختر رضا خاں اپنے جد امجد کی بتائی ہوئی قرآن و حدیث کی تعلیمات پر ڈٹے رہے نہ کبھی کسی بدمذہب سے مصلحتاً ملاقات کی اور نہ کبھی کسی قسم کا ان سے لین دین رکھا۔ بظاہر وہ اس معاشرے میں تنہا نظر آتے تھے مگر ان کی ثابت قدمی نے ان کو کروڑوں دلوں میں باعزت رکھا جس کا نتیجہ آپ کے وصال پر لوگوں کا ہجوم دیکھا جاسکتا ہے کہ جس کو لوگ تنہا سمجھ رہے تھے اس کے جنازے میں ½1 کروڑ سے زیادہ لوگ موجود تھے اور کروڑہا لوگوں کے دل آپ کے جنازے کی طرف لگے ہوئے تھے۔ آپ امام احمد رضا کی تعلیمات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے چلے گئے:

نبی سے جو بیگانہ ہے اسے دل سے جدا کردے
پدر مادر برادر مال وجان ان پہ فدا کردے

الدولۃ المکیہ بِالمَادۃِ الغَیْبیَّہ

چوتھی قسط

از: اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

نظرِ ششم

(نظر ششم بیان میں پانچ کے کہ نہیں جانتا ان کو مگر اللہ)

عجب نہیں بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم وخصوصی کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے روزِ ازل سے روزِ آخر تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہو گئیں جنھیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا۔ اقول اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا، کیا ہم نے تجھے القانہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے علم ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو رہا مطلق علم عطائی خدا اللہ عزوجل ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لیے ثابت ہے کیا تونے نہ جانا کہ ماکان ومایکون کا علم اس نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے ائمہ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اور علماء کی عبارتیں ذکر کر آئے تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرمادیا جس سے عدولی ممکن نہیں تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہوا اور وجوہ تطبیق سے کانوں کو زیور پہنا چکے تو گویا تم کان لگاتے ہو اور سنتے نہیں اور آنکھ اٹھاتے ہو اور دیکھتے نہیں اب اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ ان کے اپنے غیر پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں کوئی زیادتی ہو تو اللہ کا بتانا اور غیبوں میں جاری ہوتا ہے نہ ان میں ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہو جائے گی کہ اب یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہو گئیں کہ بتانے سے معلوم ہو جاتی ہیں اقول آولا ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے[1] تو روشِ مناظرہ پر گفتگو چاہے تو یہ دعویٰ تونے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے آیت تو اس طرح ہے بے شک اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں ہے کہ یہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ خاص ہونے میں اور زیادہ خصوصیت کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصر و تخصیص پر دلالت کرے جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے

---

[1] جس نے نہ سمجھا میرا کہنا بطریقہ مناظرہ وہ جو چاہے غوغہ کرے کہ وہ اس کا کلام ہے جو خوشہ تک نہ پہنچا، پھر بڑی جرأت ہے اس کا یہ جھوٹا دعویٰ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیۂ کریمہ سے حصر سمجھا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں اس کی کب خبر دی اور یہ حکم لگا دینا حضور پر بڑا تحکم اور عظیم خطا ہے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مفاتیح الغیب کو انہیں پانچ سے تفسیر فرمایا اور اس آیہ کریمہ نے کلمہ "لایعلمہا الاھو" سے اس کی تصریح کر دی تو یہیں سے حصر آگیا تو پھر عجب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ دوسری آیہ کریمہ ہی حصر پر دلالت کرتی ہے حدیث "لایعلمہا الاھو" کے ملانے کے ساتھ اللہ کے لیے پاکی ہے اس شخص سے کہ اکتفانہ کرے قول الٰہی "لایعلمہا الاھو" پر جب تک نہ ملائے اس کے ساتھ قول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "" کو پھر مجھ پر بہتان ہے کہ میں نے دعویٰ کیا دوسری آیہ کریمہ کے عدم دلالت کا حذف پر حالانکہ یہ میرا رسالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اس آیۂ کریمہ کا یہاں اس میں کوئی ذکر نہیں صرف پہلی آیت پر میں نے کلام کیا ہے اور وہ بھی مناظرانہ رنگ پر جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اہم اللہ سے طالب عفو وعافیت ہیں۔ ۱۲ منہ غفرلہٗ۔

اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سمع وبصر علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے اس نے تمہارے لیے بنائے کان اور آنکھیں اور دل اور اسی باب سے ہے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیٰ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میرا رب بھٹکتا نہیں اور انبیاء بھی بھٹکنے سے پاک ہیں اے قوم مجھ میں کچھ گمراہی نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا ثانیاً ہم نے اختصاص مانا مگر پانچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی ان کی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہو تو مفہوم اللقب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیاء کا نام لے کر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے اس لیے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم ادب کی طرف پھیروں یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لیے یہ حکم نہیں، اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کر کے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد دربارہ اعتقاد نا مفید اعتماد ہم نہیں[1] مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو کیا تو نے

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے کثیر عطاؤں سے خاص کئے گئے ہیں جن کی گنتی اور شمار نہ ہو سکے اور حدیث دوسری طریق سے یوں آئی کہ میں انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں تناقض ہو جائے گا پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات گنی گئی ہے جو دوسری میں نہ شمار ہوئی تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ ائمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی اور بندہ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں اور خصائص جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے تو کہاں پانچ اور کہاں چھ اور جو شخص جامع اصغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ثلث اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کر لے گا کہ ایسی جگہ عدد کہیں حصر کا حکم نہیں کرتی اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہیے اقول وباللہ التوفیق ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند وبالا جلالت نوطرز خوش نما اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی دلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے تو وہ کان لگا کر سُن وہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے القا فرمایا جان[2] کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے

---

[1] ۔ پھر میں نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کی تفسیر سورۂ رعد میں دیکھا جس کی عبارت یہ ہے پانچ کو ذکر فرمایا اگرچہ غیب غیر متناہی ہے یہ اس لیے عدد نفی زیادت نہیں کرتا۔ یا اس لیے کہ کفار ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے تھے اور ان کے الفاظ سورۂ انعام میں یہ ہیں کہ وہ جھوٹا دعویٰ کرتے تھے ان کے علم اور عمدۃ القاری باب الایمان میں ہے کہا گیا ان پانچ میں انحصار کی وجہ کیا ہے باآنکہ وہ امور جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بہت ہیں جواب دیا، اس لیے کفار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان پانچ کے متعلق سوال کرتے تھے تو ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یا اس لیے کہ یقیناً وہ تمام امور انہیں پانچ کی طرف ماجع ہیں تو سوچو اھ میں کہتا ہوں ان پانچ کے ماسوا سب کا انکی طرف عود کرنا اسے کوئی مضی نہیں کیونکہ بلاشبہ کنہ ذات وصفات حق تعالیٰ کو نہیں جانتا مگر وہی وہ ان پانچ میں سے کسی کی طرف رجوع نہیں کرتی اور گویا کہ انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا اپنے قول فافہم سے تو سوچو یوں ہی علامہ قسطلانی کے قول میں کہ کفار ان پانچ کی معرفت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کا کہنا کہ ان کے جاننے کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے کھلی نظر ہے قیامت کی طرف نظر کرتے ہوئے کیونکہ در حقیقت انہیں اس پر ایمان نہ تھا کیونکہ وہ قطعاً اس پر ایمان ہی نہ رکھتے تھے چہ جائیکہ اس کی معرفت کا ادعا۔ جواب شافی وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے اس ضعیف بندہ کو القا فرمایا جو عنقریب آتا ہے۔ اھ، منہ مدینہ۔

[2] ۔ قولہٗ علم الخ یہ ربانی راز اور الٰہی حکمت اور ربانی فیوض اور دہبی خصوصیت کہ اللہ

ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزارویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے اور برزخ غیب ہے اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب غیب ہے اور نامۂ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے قبروں سے اٹھانا غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اوران کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے تو انہیں اس لیے نہ گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا اور کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے رمل سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے اور پانسوں سے اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے "ڈھانپی ہوئی تھیں اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کیں مثلاً ذات وصفات الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلانے والے فنون میں کوئی راہ

تعالیٰ نے نصیب کی اس جلالت والی کتاب کے مؤلف کو حکمت ذکر خمس کے ماسوا اس کے کہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہیں غیوب سے اور مطلع فرمایا خاص خاص جلالت والے نکتوں پر اور اللہ کے لیے ہے خوبی ابن مالک کو کہ وہ کہتے ہیں اپنی طالعہ تسہیل میں اور جب کہ علوم الٰہی بخشش اور ربانی عطیہ ہیں تو کچھ نئی بات نہیں یہ کہ اللہ اٹھا رکھے متاخر کے لیے وہ کہ جس کا سمجھنا بہت سے متقدمین کے لیے دشور ہوا۔ اھ، اور ان تحقیقوں پر واقف ہونے والے کو یہ آیت تلاوت کرنا چاہیے۔" وہ کشور کہ اللہ لوگوں کے لیے اپنی رحمت سے فرمائے تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔ نیز یہ آیت:

یہ ہے اللہ کا فضل عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اھ، اسے تحریر کیا فقیر ہمدان جزائری نے مدینہ حمد انیہ۔

یہ دوسرا وہ حاشیہ ہو جس سے میری کتاب پر کرم فرمایا علامہ مغرب مولانا حمدان نے کی فضیلت کے رحمٰن ان کے کاموں کو سراہے الٰہی ایسا ہی کر اور ساری خوبیاں اللہ پروردگارِ عالم کے ہیں۔ اھ منہ حفظہٗ بہ تعالیٰ۔

تھی وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہو گا کہاں ہو گا اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہو گا اور کسے نقصان اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مر جائے گا تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کا علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی انہیں باتوں کے جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت تو اکادکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہلِ زمین کی موت ہے اور بے شک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت عام حادثوں کی بہ نسبت خاص کے بہت زائد ہے اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کے موت کے لیے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کر سکیں اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت وضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں اور جدھر کا پلّا ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں مگر عالم میں انقلاب عالم کے لیے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قرآن اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل و مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانۂ طوفان نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا اور معلوم ہے کہ حساب [1] سے آنے والے

[1] قد حکمت المحاسبات الخ۔ اور حسابات کی رو سے یقینی ہے کہ اگر دنیا باقی رہی تو

قِران بھی یوں ہی معلوم ہوسکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہو گا اور کیا ہو گا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ[1] میں ہو گا اور کس طرف ہو گا اور کتنے دنوں رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں اس لیے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے تو قیامت کے ذکر سے ان پر توبیخ کی فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا مگر تم نہیں جانتے تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے اور اللہ خوب جانتا ہے اور دوستی فکر پر اللہ ہی کے لیے حمد ہے اسے خوب مضبوطی سے سمجھ لو کہ یہ اس کرم والے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے فیضوں سے ہے اور نبی رحیم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد سے اس وقت تازہ ذہن میں آنے والا ثالثاً ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم فرمادو کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوا اللہ کے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا اور ہم سب پر ایمان لائے اس لیے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو وشرف ودقت ولطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اقوال بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوا اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لیے نہیں سوا اللہ کے اور بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لبید کے اس قول کو فرمایا سن لو ہر شے بے حقیقت ہے سوا اللہ کے اور ہمارے یہاں قرار پاچکا ہے کہ لاالٰہ لا اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں اور ایمان کا مدار پہلے یہ ہے اور صلاح کا مدار دوسرے پر اور سلوک کا تمام تیسرے پر اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے اپنے احسان وکرم سے آمین۔

اور بے شک سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ اشعار پڑھے:

علوبین کاقِران اعظم ضرور واقع ہو گا بعد ۵۸۴ھ کے ہماری اس تاریخ سے بتاریخ ۲۳ر ذی القعدہ ۱۷۱۸ھ کو آدھی رات کے قریب حمل کے تیسرے درجہ میں اور یہ سب کچھ اوسط میں ہو گا تو دنیا اگر باقی رہی تو یہ بات دور نہیں کہ قیامت قائم ہو اس محرم میں جو اس ذی قعدہ کے پاس ہے یا اس میں کہ جو اس سے پہلے ہے اسی سال کیونکر قِران کی ابتدا انہیں دو میں ہے کہ جب کہ فاصلہ ع جہ کا باقی رہے اور انتہا اس کے بعد قِران جب ہو گی کہ ط جہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔ اھ منہ حفظ ربہ تعالیٰ مدینہ

پھر مجھے پیش آیا یہ احتمال کہ اس صدی کا آخر زمانۂ ظہور سیدنا امام موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو اور یہ میرے نزدیک مرجح ہے کہ میں نے لسان الحقائق سید المکاشفین امام اجل شیخ اکبر رضی الہ تعالیٰ عنہ کی کتاب الدر المکنون والجواہر المصون میں ان کا ارشاد دیکھا جب زمانہ کا دور بسم اللہ کے حروف پر ہو گا تو امام مہدی قائم ہوں گے اور حطیم میں بعد روزہ کے نکلیں گے تو میری جانب سے انہیں سلام عرض کرنا۔

لیکن جو حدیث میں ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے میں پچھلے ہزار میں ہوں اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ ضحاک ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا حضور کا ارشاد ہے میں بلاشبہ اسکی امید رکھتا ہوں کہ میری امت محروم نہ ہو گی اپنے رب کے پاس اس سے کہ انہیں آدھے دن کی تاخیر عطا فرمادے اسے روایت کیا امام احمد اور ابوداؤد اور نعیم بن حماد اور حاتم اور بیہقی نے بعث میں اور ضیاء نے بہ سند جید سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اسی میں ہے کہ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے پانچو برس اور راجث میں بیہقی کی روایت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ درگذر نہ کریگا اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے آدھے دن سے میں کہتا ہوں کچھ دور نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدھے دن کی مہلت چاہی ہو اور ان کے رب نے انہیں پورا دن یا جو اضافہ چاہا عنایت فرمایا جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا یہاں تمہیں ہرگز کفایت نہ کریگا کہ تمہاری مدد کرے تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے ملائکہ سے تو انکے رب عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرو تو مدد کرے گا تمہاری، تمہارا رب پانچ ہزار ملائکہ سے تو یقیناً حضور کے لیے اضافہ فرمایا۔ وللہ الحمد، اھ منہ جدیدہ۔

[1] لماتی الخ، جب تخصیص پر آئے تو ضمیر مصدر کی طرف پھیر دی۔ ۱۲ منہ مکیہ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں اور بے شک آپ اے طیب و طاہر آباء وامہات کے فرزند تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ سے قریب ہیں آپ میرے سفارشی بن جایئے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔

مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی (کہ اللہ کے سوا کوئی شے نہیں) اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں اقول تو سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوّل اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمادی۔ دوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر امین بنایا اور جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو اس پر امین کیا ہو گا۔ سوم اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت عطا ہو چکی جسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ حضور کو ابھی شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت ہی کے دن اس کا اذن ملے گا وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہو کر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لیے رسول تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔ چہارم اس پر ایمان لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیہ کا پیشوا (اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کے لیے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہے گا اس کا شفیع کردے گا کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہوگی نہ اس گنہگار کی جس نے توبہ نہ کی۔ پنجم سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ ششم پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے اس سے ترقی کرکے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کردیا اور یہی حق ہے رہے اور سب شفاعت کرنیوالے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل کے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔ ہفتم انہوں نے ثابت کیا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے اس میں پیشوائے وہابیہ (اسمٰعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے پھر اوروں کی کیا گنتی تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو اور بے شک حدیث ناطق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ سب باتیں برقرار رکھیں یہ سمجھ لو اور اللہ عزوجل فرماتا ہے جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں اقول تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے سے علم سے بالکل نفی فرمائی اس لیے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعویٰ نہیں رہتا اور ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تیری ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا تو ملائکہ نے حقیقت عطائی پر کلام کیا تو وہ استثنا لائے تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے ان سب پر درود وسلام پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کردیا کہ بے شک وہی ہے علم والا حکمت والا یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں اور خلاصہ یہ

کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کوئی بے عطائے الٰہی کچھ نہیں جانتا تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی[1] اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الٰہی جانے اور ہمارے بعض اصحاب نے زوض التفسیر شرح جامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں رہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ کو خود بخود کوئی نہیں جانتا سوا اس کے لیکن کبھی خدا کے بتائے سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہاں ان کے جاننے والے موجود ہیں اور ہم نے ان کا علم کئی شخصوں کے پاس پایا جیسا کہ ہم نے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کہ کب انتقال کریں گے اور پیٹ کے بچہ کو عورت کے زمانہ حمل میں جان لیا اور اس سے پہلے انتہیٰ میں کہتا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور اور امام اجل نورالدین ابی الحسن علی لخمی شنطونی کی بہجتہ الاسرار اور امام اسعد عبداللہ یافعی کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفاخر اور ان کے سوا اولیاء کرام کی اور کتابوں میں اولیائے کرام سے اس باب میں بہت روایات ہیں جن کا انکار نہ کرے گا مگر محروم اللہ میں ان کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے اور اسی طرح امام ابن حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ان پانچ میں سے علم غیب عطا ہونے کی تصریح فرمائی جہاں فرماتے ہیں انبیاء اور اولیاء کا علم اللہ کے بتانے ہی سے ہے اور ہم جو کچھ ان میں سے جانتے ہیں وہ انبیاء و اولیاء کے بتائے ہی سے ہے اور یہ وہ علم الٰہی نہیں جو اس کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں میں سے ہے جو قدیم ازلی دائم ابدی ہیں بدلنے اور حدوث ونقصان کی علامتوں اور ساجھے اور بانٹے سے منزہ ہیں یہاں تک فرمایا کہ اس کے منافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو غیبوں کا علم دینا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کی نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا انتہیٰ اور اسی لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے کہ پانچ چیزیں ہیں جنھیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یوں فرمایا کہ[2] معنی یہ ہیں کہ ان پانچ چیزوں کو[3] بے خدا کے بتائے اپنی عقل سے کوئی نہیں جانتا اس لیے کہ یہ پانچوں ان غیبوں میں سے ہیں جو بے اللہ عزوجل کے بتائے معلوم نہیں ہوتے، اھ اور یہ ہیں[4] امام اجل، بدرالدین محمد عینی[5] کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام

---

[1]۔ د من علم الخ، جس نے جانا اور دیکھا جو آگے گزرا پہلی نظر میں پھر تناقض کا الزام روشن آیتوں میں دیا تو اس نے غفلت کی اور ٹھوکر کھائی ہم اللہ سے طالب ہیں کہ بخش دے کل وہ چیز جو گزری اور آئندہ آئے گی۔ اھ منہ حفظہ ربہ مدینہ۔

[2]۔ اللمعات الخ اور الفاظ لمعات کے یہ ہیں مراد یہ ہے کہ تم نہیں جانتے بغیر تعلیم الٰہی اھ امام قسطلانی نے ارشاد الساری کی تفسیر سورہ انعام میں فرمایا۔ اتارتا ہے پانی تو نہیں جانتا اس کے اتارنے کا وقف بغیر تقدم و تاخر کے اور کس شہر میں کہ اس سے تجاوز نہ کرے مگر وہی اللہ لیکن جب اُس نے حکم فرمایا تو اس کے ملائکہ موکلین نے جان لیا اور اسے جسے اللہ نے چاہا اپنی مخلوق سے اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے نہ اس کے سوا کوئی، لیکن جب اس نے حکم فرمایا تو ملائکہ نے جان لیا اور جسے اللہ نے اپنی مخلوق سے چاہا جان لیا اور یہ استدراک مستفاد ہے قول الٰہی: ”الا من ارتضی من رسول“ سے اور ولی رسول کے تابع ہے اسی سے لیتا ہے، اھ۔ ملتقطاً تو بلاشبہ تصریح فرمادی تعلیم الٰہی جاری ہونے کی نہ مشیّت الٰہی ان پانچ میں بھی اور یہ ظاہر ترے اس سے کہ ظاہر کیا جائے لیکن اللہ کی پناہ نگاہ نہ ہونے سے۔ منہ مدینہ۔

[3]۔ ایسا ہی کہا علامہ شہاب الدین خفاجی نے عنایت القاضی میں ”عندہ مفاتیح الغیب“ اس کی تخصیص کی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ہے کہ نہیں جانتا انہیں کوئی سب سے پہلے جیسی کہ حقیقت میں وہ ہیں مگر وہی اللہ تعالیٰ، اھ۔ الحمد للہ ہمیں کوئی حاجت تکثیر کی نہیں سید مدنی ہی نے اس رسالہ میں جو ان کی طرف منسوب ہے وہابیہ اسے رائے ص ۲۰ میں کہا جس کی عبارت یہ ہے، ہم نقل کرتے ہیں یہاں تصریحات بعض ائمہ اعلام سے تحقیق مقام کے لیے تو ہم کہتے ہیں حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیہ یہ غیب کی کنجیاں وہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے لیے خاص کر لیا تو انہیں کوئی نہیں جانتا مگر بعد تعلیم الٰہی، اھ۔ تو واضح ہو گیا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے مثل واضح ہونے آفتاب کے دوپہر کے وقت کہ معنی لا یعلمھن الا اللہ کے خاص ہونا علم خمس کا ہے ساتھ رب العزت کے بغیر اس کے بتائے، پس نہیں جانتا اس کے سوا کوئی مگر اس کے بتائے سے اور یہی ہمارا مدعا ہے کہو حق آیا باطل فنا ہوا اور یقیناً باطل فانی تھا اللہ ہی کے لیے حمد کیا۔ آئی مدد اور کام تمام ہوا، امر الٰہی ظاہر ہوا، حالانکہ مکروہ جانتے تھے۔ ۱۲، منہ حفظ ربہ جدیدہ۔

[4]۔ علامہ قاری نے مرقاۃ میں زیر حدیث جبریل علیہ السلام اسے نقل کیا اور یوں ہی علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں۔ ۱۲ منہ جدیدہ۔

[5]۔ یہ بڑے جلیل القدر علماء عظام حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ مانند امام عینی و امام قرطبی و امام شطنونی و امام یافعی و امام ابن کثیر و امام سیوطی و امام قسطلانی و امام ابن حجر و علامہ قاری علامہ شنوانی و شیخ بیجوری و شیخ عبدالحق دہلوی و شہاب خفاجی وغیرہم اور آپ خود اے سید صاحب اور

قرطبی نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان پانچ غیبوں کے جاننے میں کسی کے لیے طمع کی جگہ نہیں اور بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیۂ کریمہ کو کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان پانچ سے تفسیر فرمایا تو جو کوئی ان پانچ میں سے کسی کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہ بتائے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے انتہیٰ تو دیکھو صرف اسے جھوٹا بتایا جو ان پانچ کا علم اپنے لیے بغیر واسطہ عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے تو نہایت بلند آواز سے پکار کر یہ فائدہ بتادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتادیتے ہیں ناگزیر علامہ ابراہیم بیجوری نے شرح بردہ شریف میں تصریح فرمادی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ پانچوں غیب بتادیئے۔

انتہیٰ اقول: یہ پانچ جیسا ہم بیان کر آئے نہایت کھلے ہوئے غیبوں میں سے ہیں جن کا شمار وہی جانے جس نے بتایا اور جن کو بتایا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کیا ان ظاہر باتوں میں جو باڑھ کے کنارے رکھی ہوئی ہیں ان سے بخل کرے گا اور مضمون کو شنوانی نے جمیع النہایۃ میں بطور حدیث کے بیان کیا کہ بے شک مروی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ لے گیا یہاں تک کہ حضور کو ہر شے پر اطلاع بخشی انتہیٰ میں کہتا ہوں اور بے شک ہم وہ آیتیں تلاوت کر چکے جو اس مطلب کی تصریح فرمارہی ہیں اور وہ صحیح حدیثیں جو اس مضمون کو صاف بتارہی ہیں، نیز اس میں بعض مفسرین سے یہ عبارت نقل کی کہ ان پانچ غیبوں کو اپنے پاس سے بذات خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بالواسطہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں انتہیٰ میں کہتا ہوں بلکہ وہ اب تو غیر خدا کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں واسطہ ہونا محال سے کتاب ابریز میں اپنے پیرومرشد ہمارے سردار عبدالعزیز قدس سرہٗ العزیز سے نقل فرمایا کہ اس آیت میں جو پانچ غیب مذکور ہیں ان میں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

اور یہ پانچوں غیب حضور پر کیونکر مخفی رہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث پھر کجا وہ تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں وہ جو ہر شے کے سبب ہیں۔ وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہیٰ میں کہتا ہوں ساتوں قطب سے ابدال مراد ہے کہ وہ ستر ابدال کے اوپر اور دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں نیز ابریز میں انہیں سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچ غیبوں کا معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا ہے حالانک حضور کی امت مرحومہ میں سے کوئی صاحبِ تصرف تصرف نہیں کرسکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے انتہیٰ تو اے منکرو! ان کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب[1] نہ کرو

ہر وہ جس نے سیرت ومناقب اولیا میں تصنیف کی اور تمام مصنفین صوفیائے کرام اور ان کے معتقدین علمائے عاملین واراکین دین میں تو تم نے سب کی طرف نسبت کردیا کہ وہ سب بوجہ اپنی مخالفت کے واسطے اس چیز کے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے سمجھا تھا عظیم خطا پر ہیں اور انہوں نے قطعی دین کی مخالفت کی کیونکہ انہوں نے چھوڑ دیا وہ حق وصاب جس میں نہ شک تھا نہ ارتیاب یہ سخت خطرناک اور بھاری جرأت اور بڑی خطا اور ہلاکت والا گمان ہے اور تم کیا کہتے ہو خود اپنے لیے ایسے بند گنبد والے پھر انہیں شرذمہ قلیلہ متاخرین اور بعض صوفیا سے تعبیر کرنا حاشہ بصر سے ہٹ دھرمی اور حق کی تلبیس ہے بلکہ وہ ایک جم غفیر اور سواد اعظم وغیرہ ہیں اور ان کے کلمات طیبات کا کسی نے رد نہ کیا اور جس کے دل میں دین میں رخنہ ڈالنا اس کی غرض ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں جیسے معتزلہ وروافض ووہابیہ اللہ انہیں رسوا کرے یا وہ جس کا قدم ڈگمگایا قلم حد سے بڑھا، اللہ سے عفو وعافیت مانگتے ہیں، اھ، منہ حفظہ ربہ جدیدہ۔ ص۵ ان کا رسالہ دیکھو، ص ۱۳۱ ان کا رسالہ دیکھو، ص ۱۳۱ ان کا رسالہ دیکھو۔

[1] ۔ الحمد للہ الخ، میں لکھ چکا تھا جو در رسالۂ منکرہ سے پہلے اور اس میں پایا جاچکا اشارہ طرف اس شخص کے ہے جو ولائے اولیائے کرام وصُوفیائے عظام سے بھاگا اور اس نے حیلہ جوئی کی کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے کتاب یواقیت کے خطبہ میں کہا کہ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ میں مخالفت کروں جمہور متکلمین کی اور اعتقاد کروں ایسے کے کلام کی صحت کی جس نے ان کا خلاف کیا ہو بعض غیر معصوم اہلِ کشف سے، اھ۔ کیونکہ کلام امام شعرانی دربارۂ عقائد اہلِ سنت وجماعت ہے اور اللہ کی پناہ اس سے کہ اولیائے کرام اس کی مخالفت فرمائیں اور جس بات میں اس کا خلافِ مظنون تو وہ یا ان پر مکرو افترا ہے جیسا کہ خود امام موصوف نے چار سطر بعد اسی قول کے فرمایا، یا قصور فہم سے ان کی مراد تک نہ پہنچے جیسا کہ

کہ ان کی تکذیب دین کی بربادی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کرنے والوں سے انتقام لے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں کا صدقہ ہمیں پناہ دے، آمین الحاصل قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شے کے لیے تفصیل اور روشن بیان ہے اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھا نہ رکھی اور ان آیتوں اور نفی علم غیب میں تطبیق ظاہر و روشن ہو چکی تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ رابعاً اقول اور اللہ ہی کی قوت سے جولان کرتا ہوں اے یہ شخص کہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ کو زیادہ خصوصیت ہے تو اس سے کیا مراد لیتا ہے کہ یہ کہ ان میں سلب عموم ہے نہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہو گا کہ ان پانچ کے سوا اللہ کے جتنے غیب ہیں سب بتا دیئے گئے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام یا خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتا دیئے جن میں کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ یہ سب کے سب حضور کو نہ بتائے اگرچہ ان میں سے بعض بنائے بر تقدیر ثانی حاصل یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ میں سے اصلا کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتا دیا پہلے معنی یقیناً باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے صلا پر واہ نہ رہے نیز حضور کا علم جملہ سلاسل غیر متناہیہ کو محیط ہو جو غیر متناہی و غیر متناہی بار ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلِ سنّت قائل نہیں نہ کہ وہابیہ جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی پر کمر باندھی ہے اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لیے جسے اللہ نے دینا چاہا ضرور ثابت خطیب [1] اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گزری حضور نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے حضور لانا، ام الفضل نے عرض کی یا رسول اللہ میرے حمل کہاں سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں

اس کی طرف اشارہ اسی کلام کے ابتدا میں اپنے قول سے فرمایا میں وصیت کرتا ہوں ہر اس شخص کو جو اہلِ کشف کے کلام کے سمجھنے سے قاصر ہو کہ وہ ظاہر کلام متکلمین پر ٹھہرے اور اس سے تجاوز نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر نہ پہنچا اسے بڑی بھرن تو شبنم الخ اور اس کے بعد اس برتری خواہ نے نقل کیا فرمایا اور اسی لیے میں اکثر جگہ بعد کلام اہلِ کشف کے کہہ دیتا ہوں کہ سوچو اور تنقیح کر دیا اور اس کے مثل واسطے ظاہر کر دینے توقف کے اس کلام کے فہم میں اصطلاح اہلِ کلام پر اھ اور اس ساری عبارت کو عبارت منقولہ کے گرداگرد سے ساقط ہی کر دیا تا کہ ایہام ہو اس بات کا کہ اولیا بسا اوقات اہلِ سنّت کے عقائد کی مخالفت کیا کرتے ہیں تو وہ قابلِ حجت نہیں معاذ اللہ من ذالک ہاں وہ چیز کے کھلے ہوئے بیّن ان عقائد سے نہیں جو کتاب سنت و اجماع سے بیان کیے گئے اور متکلمین نے اس میں کلام کو وسعت دی جنھیں اکثر نے قولاً اسے اختیار کیا اور بعض نے اس کا خلاف کیا تو تعجب نہیں کشف سے حاصل ہو وہ جو بعض کے موافق ہو لیکن جبکہ مکاشف معصوم نہیں اور قلب زیادہ سکون پذیر ہے اکثر کے قول کے جانب تو یہی وہ ہے جسے امام شعرانی ذکر کر رہے ہیں کیا تجھے دکھائی نہیں دیتا چھ سطر منقول سے پہلے ان کا قول یہ ہے ان کی میزان ہر اس چیز میں جس میں نقص قطعی وارد نہ ہوئی اور نفس قوت پاتا ہے اس چیز کے اعتقاد میں جس پر جمہور میں نہ اس میں جس پر اہلِ کشف ہیں کہ ان کی راہ چلنے والے کم ہیں، اھ۔ اس لیے اور ہمارا اصل مقصد یہاں یہ ہے کہ اس نے فرق نہ کیا درمیان کشف کے ثابت کرنے اور کشف سے ثابت کرنے میں اور کلام شعرانی ثانی میں ہے اور ہمارا اول میں ہم یقیناً کہتے ہیں کہ انہیں مکشوف ہوئیں بہت سی مغیبات خمس تو انہوں نے اپنے آپ اور اپنے اکابر سے ان کی خبر دی تو یہاں مدعا نفس کشف ہے اور اس کی دلیل ان کا خبر دینا اور ان کی روایات اور اس کے رد کی کوئی راہ نہیں سوا ان کی تکذیب کے ان کی حکایت و روایت میں اور یہ صادر نہ ہو گا کسی سنّی سے جسے اللہ کا خوف ہو، بات یہ ہے کہ ان کی اخبار بالغیب بلاشبہہ پہنچ گیا حد تو اتر تک اگرچہ وارد ہوئے جزئیات اخبار احادیث تو اس کا انکار نہ کرے گا مگر متواترات کا کڑا منکر اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی چاہتے ہیں۔ اھ، خفظ ربہ جدیدہ۔

[1] قلت الخ میں کہتا ہوں روایت کی طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام ابراہیم ماریہ قبطیہ کے پاس تشریف لائے جب کہ ابراہیم ان کے شکم مبارک میں تھے (اور حدیث ذکر کی اور اس میں ہے) کہ جبریل میرے پاس آئے اور مجھے مژدہ سنایا کہ ماریہ کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زائد مجھ سے مشابہ تر ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل نے میری کیفیت ابو ابراہیم رکھی (تا آخر حدیث) امام سیوطی نے جامع کبیر میں کہا کہ اس کی سند حسن ہے، اھ، منہ عفی عنہ مدینہ۔

ارشاد ہوا بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی، ام الفضل فرماتی ہیں جب لڑکا پیدا ہوا، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا عبد اللہ نام رکھا۔ اور فرمایا لے جا، خلفا کے باپ کو میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا فرمایا بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہو گا یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہو گا اقول تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے وہ جان لیا جو پیٹ کے بچّے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا کہ جو پیٹ کے بچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو کوئی پشت نیچے تک پیٹ کے بچے کے پیٹھ والے کے پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا کہ انہیں میں سے سفاح ہے انہیں میں سے مہدی ہے اور عالم مدینہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس ۲۰ وسق چھوہارے ام المومنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتر والیں جب صدیق اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المومنین نے فرمایا اے پیاری بیٹی خدا کی قسم کی کسی شخص کی تونگری مجھے تم سے محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاج تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں پر سے اُتروالو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لے ہوتے تو وہ تمہارے ہوتے اور آج تو وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری بہن ہیں تو اسے حسبِ فرائض اللہ تقسیم کر لینا۔ ام المومنین نے عرض کی اے میرے باپ خدا کی قسم اگر اتنا اور اتنا مال ہوتا میں جب بھی چھوڑ دیتی میری بہن تو ایک اسما ہے دوسری کون ہے فرمایا وہ جو بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے میرے علم میں وہ لڑکی ہے اور

ابن سعد نے طبقات میں یوں روایت کی کہ صدیق نے فرمایا کہ وہ بنت خارجہ کے پیٹ میں ہے میرے دل میں الہام کیا گیا کہ وہ لڑکی ہے تم اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو اس پر ام کلثوم پیدا ہوئیں اور بے شک بکثرت احادیث سے صحیح و ثابت ہوا کہ بچہ دان پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ وہ بچّہ کی صورت بناتا ہے نر اور مادہ اور خوبصورت اور بدصورت اور اس کی عمر اور اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ کہ بدبخت ہو گا یا نیک بخت تو وہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے اور یہ بھی جانتا ہے اس پر کیا گزرے گا اور صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا واللہ کل ضرور یہ نشان اس مرد کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے موکد کر کے بیان فرمائی تو حضور ﷺ کو یقیناً معلوم[1] تھا۔

کہ میں کل کیا کروں گا اور بے شک حضور اقدس صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ

---

[1] ۔ ہذا الباب اوسع الخ یہ بات تمام ابواب سے زیادہ وسیع تر ہے تو ہر وہ چیز جس کی نبی کریم صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی جنگوں اور فتنوں اور سیدنا مسیح کے اترنے، امام مہدی کے ظاہر ہونے دجال و یاجوج و ماجوج و دابتہ الارض وغیرہ کے نکلنے سے جو بے شمار ہے اسی باب سے ہیں امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے ایمان میں فرمایا کہ جب وہ متسفی ہو گیا ہر تنفس سے باوجود ہونے اس کے مختص ساتھ اس کے اور واقع نہ ہو اس سے علم پر تو ہو گا نہ مطلع ہونا اس کے ماسوا کے علم پر بدرجہ اولیٰ اھ اور امام نسفی نے مدارک میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ نہ پہچانا (ماریہ نے) اس چیز کو جو اس کے ساتھ خاص تھی اگرچہ اسے اپنے حمل کا علم ہوا اور کوئی چیز انسان کے ساتھ اس کے کسب سے اور اس کے انجام سے زیادہ خصوصیت رکھنے والی نہیں تو جب اوسے ان دونوں کی معرفت کی کوئی راہ نہیں تو ان کے ماسوا کی معرفت کی معرفت بعید تر ہو گی میں کہتا ہوں تمہیں کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر کیا اس غیب کو بجائے قول الٰہی ''وما تدری نفس ماذا تکسب غدا'' (کیا جانے کوئی جان کہ کل کیا کمائے گا) اپنے قول ''لا یعلم احد مایکون فی غد'' سے (یعنی نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا ہو گا کل) جیسا کہ استقسار بخاری میں سے یا اپنے قول ''لا یعلم ما فی غد الا اللہ'' سے کہ نہیں جانتا کل کی خبر کو مگر اللہ، جیسا کہ تفسیر لقمان میں ہے۔ منہ حفظ ابہ مدینہ۔

میں ہو گا تو انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی ہے اور ہمارا انتقال وہاں ہے جہاں تمہاری موت یہ حدیث مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اعلان دیا تو وہ چلے یہاں تک کہ بدر میں اترے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس رکھ کر بتایا کہ یہ فلاں کافر کی پچھڑنے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا، وہیں اس کی لاش گری اس سے اصلا تجاوز نہ کی اور انہیں کی حدیث میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے مقرر فرمادی تھیں کسی نے اس حد سے خطانہ کی یہ بھی مسلم کی روایت ہے اور یہ ہیں ہمارے سردار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب وہ رات آئی جس کی صبح انہوں نے شہادت پائی اس رات میں بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور فرماتے خدا کی قسم نہ میں غلط کہتا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا، یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا اور بطین حضور کی طرف حضور کے مواجہہ میں چلاتی ہوئی آئیں لوگوں نے ان کو ہانکا فرمایا رہنے دو کہ یہ نوحہ کررہی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی اقرع[1] بن شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بحدیث حسن روایت کیا کہ افلح غلام آزادہ شدہ سیدنا ایوب انصاری نے کہا کہ تھے عبد اللہ بن سلام قبل اس کے کہ مصریوں کے پاس آتے رؤسائے قریش کے یہاں جاتے تو ان سے کہتے کہ اسے قتل نہ کرو، خدا کی قسم وہ چالیس دن کے اندر مر جائیں گے تو انہوں نے انکار کیا، چند روز کے بعد پھر گئے اور ان سے کہا کہ اسے قتل نہ کرو کہ بخدا وہ پندرہ شب کے اندر مر جائیں گے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس بارے میں کلام اصحاب کرام و اولیائے عظام (اللہ انہیں ہمارے لیے دونوں جہاں میں نفع بخش فرمائے) ایک سمندر ہے کہ جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اس کے پانی کا سارا انبوہ کھینچے نہیں کھنچتا لیکن میں ایک جو قائم مقام بہت ہی حدیثوں کے ہے ذکر کرتا ہوں جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور ہر خبیث دل جل جائے امام اجل عارف افضل ولی اکمل شیخ القراء عمدۃ العلماء زبدۃ العرفا سیدنا امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنونی مصری وہ ہیں جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن جزری صاحب حصن حصین نے اختیار کی اور ان کی مجلس میں امام فن رجال شمس ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضری دی اور طبقات قراء میں ان کو ذکر کیا اور انہیں سراہا اور امام اجل عارف باللہ عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرات الجنان میں انہیں امام نے کہا اور بڑے بڑے جلالت وعظمت والے القاب للعہ سے ادا کیا اور امام جلیل القدر جلال سیوطی نے حسن المحاضرہ میں امام یکتا فرمایا اپنی کتاب مستطاب چمکانے والی انوار کی اسرار کی جامع جو اس کے لائق کہ سینوں پر خنجروں سے تحریر کی جائے یعنی بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار وہ کہ جس کے متعلق شیخ عمر بن عبد الوہاب فرضی جلی نے فرمایا کہ درحقیقت میں نے اس میں تلاش کیا تو میں نے کوئی نقل ایسی نہ پائی جس کے متابعت کرنے والے نہ ہوں اور اکثر نقول اس میں وہ جنھیں امام یافعی نے اسنی المفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین اور شمس الدین ترکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا، اھ۔ یوں ہی نقل کیا کشف الظنون میں ذکر سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہٗ جو کہ اجل خلفائے سیدی علی بن ہیتی سے

---

[1]۔ وقال الامام الجلیل الخ امام جلال سیوطی نے خصائص الکبری کے باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذکر اصحابہ فی کتب سابقہ (یعنی حضور کے خصائص میں سے ہے آپ کے صحابہ کا ذکر اگلی کتابوں میں) کہ فرمایا ابن راہویہ نے اپنی مسند میں۔

ہیں (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کو تاہ بین کی اعانت ہی کے لیے ذکر کیا۔ ورنہ آفتاب محتاج توصیف نہیں۔

ے۔ یعنی امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۱۲۔

ے۔ علامہ شیخ عبد الحق دہلوی نے زبدۃ الآثار میں فرمایا بہجۃ الاسرار شریف بڑی بزرگ کتاب ہے اس کے مصنف مشہور و معروف علماء قرأت سے ہیں۔ علامہ ذہبی کہ بہت بڑے اکابر علماء حدیث سے ہیں اور لوگوں کی کسوٹی انہیں کہا جاتا ہے طبقات المقریین میں حضرت مصنف بہجۃ الاسرار کی تعریف میں تحریر کرتے ہیں علی بن یوسف ابن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا مقری نور الدین شیخ القرار دیار مصریہ ابو الحسن جن کا مولد اور ۶۴۴ء میں ان کی قاہرہ ہے مجلس تدریس میں پہنچا تو مجھے ان کا اچھا طریقہ اور ان کا سکوت پسند آیا، یہ عبارت امام ذہبی کی ہے اور کہا کہ امام محمد ابن محمد بن محمد جزری بزرگ علماء قرأت وحدیث مصنف حص و حسین ہیں۔ تذکرۂ احوال قراء میں انہوں نے مثل کلام ذہبی تحریر کیا اور کہا کہ میں نے ان کی کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں استاذ عبد القادر وشطوطی سے پڑھی اور وہ تھے بڑے جلیل القدر مشائخ مصر سے اور مجھے اس کی اجازت دی۔ اھ۔ اس کے بعد عربی ترجمہ شیخ محقق کی عبارت فارسی کا عربی میں فرمایا گیا مکرر ہونے کے باعث اسے ترک کرتے ہیں۔ اور کہا شیخ عبد الحق مے زبدۃ ۱۲ اح، الآثار ہیں بہجۃ الاسرار اشاذ و امام اجل فقیہہ عالم قاری یکتا نور الدین علی ابن یوسف شافعی لخمی کی تصنیف ہے ان میں اور حضرت شیخ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دو واسطے ہیں اور وہ داخل ہیں بشارت ارشاد حضرت غوث الاعظم رضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ میں کہ خوشخبری ہو اسے جس نے مجھے دیکھا اور اسے جس نے اسے دیکھا اور اسے جس نے مرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا میں کہتا ہوں کہ وہ رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ہیں امام اجل ابو نصر قاضی ابو صالح نصر یتہ اللہ اور وہ شاگرد ہیں اپنے باپ وحد الخفاظ وسید الائمہ والعرفاء تاج الملۃ والدین ابو بکر عبد الرزاق کے جو تلمیذ ہیں اپنے باپ قطب الوریٰ غوث الثقلین شیخ الانس والجن الملکۃ ولی الاولیاء محی الدین سیدنا الشیخ عبد القادر حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ اللہ ان سے اور ان سب سے راضی ہوا، آمین اھ منہ حفظہ ربہ جدیدہ۔

(للعہ تو منجملہ اس کے وہ ہے کہ انہوں نے اس میں کہا، روایت کیا استاذ فقیہہ عالم مقری ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر ابن معصار شافعی لخمی نے مناقب حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سند کے ساتھ پانچ طریقوں سے۔ اھ منہ حفظہ ربہ جدیدہ)

اور یقیناً دیدار فرحت وآثار ولی الاولیاء دستگیر دو عالم غوث الاعظم والمعظم سے مشرف ہوئے اور کہتے تھے کہ میری آنکھ نے محی الدین عبد القادر جیسا پیر نہ دیکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین۔ جس کی عبارت یہ ہے ہمیں خبر دی شیخ ابو الفتح داؤد ابن ابی المعالی نصر ابن شیخ ابی الحسن علی ابن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی میرے والد نے کہا میں نے اپنے دادا ابو المجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا تو میرے دل میں خطرہ گذرا کہ کاش میں حضور کی کچھ کرامت دیکھتا تو حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا عنقریب پانچ شخص ہمارے پاس آئیں گے ان میں سے ایک گوراسرخ رنگ والا اس کے سیدھے رخسار پر تل ہے اس کی عمر کے ۹ مہینے باقی ہیں پھر اسے بطائح میں شیر پھاڑ ڈالے گا پھر وہیں سے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور دوسرا عراقی سرخ سفید کا نالنگڑا ہمارے پاس ایک مہینہ مریض رہے گا پھر مر جائیگا اور ایک مصری گندم گون اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہونگی بائیں ران میں نیزے کا کونچہ ہوگا جو اسے تیس برس سے پہنچا ہوگا۔ ہندوستان میں بحالت تجارت بعد تیس برس کے مرے گا اور ایک شامی گندمی رنگ انگلیوں پر گٹا پڑا ہوا وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازہ پر مرے گا۔ بعد سات برس تین مہینے سات دن کے۔ اور ایک یمنی گوراوہ نصرانی ہے، اس کے لباس کے نیچے زنّار (جینو) ہے اپنے ملک سے تین برس ہوئے نکلا اور اس نے کسی کو نہ بتایا تاکہ مسلمانوں کی جانچ کرے کہ کون اس کا ظاہر حال کرتا ہے اور یقیناً عجمی نے بھُنا ہوا گوشت چاہا اور عراقی نے بط چاول کے ساتھ اور شامی نے شامی سیب اور یمنی نے انڈا نیم برشت چاہا، اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور عنقریب ہمارے پاس ان کے کھانے اور ان کی خواہشات بکثرت ہر جگہ سے ہمارے پاس آئیں گی وللّٰہ الحمد ابو المجد نے فرمایا کہ خدا کی قسم ذرا دیر نہ ہوئی تھی کہ پانچوں آگئے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا تھا اور ان کے حیلوں میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کا حال دریافت کیا، تو اُسے میرے پوچھنے سے اچنبھا ہوا اور کہا کہ یہ زخم مجھے تیس برس ہوئے جب پہنچا تھا۔ پھر ایک شخص آیا اور اس کے ساتھ ان کی خواہشوں کی تمام اقسام تھیں وہ حضرت شیخ کے سامنے رکھ دیں تو شیخ نے اسے حکم دیا اس نے ہر ایک کے سامنے اس کی خواہش کی چیز رکھ دی اور ان سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کھاؤ تو انہیں غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو یمنی نے شیخ سے عرض کیا کہ اے سردار کیا تعریف ہے اس شخص کی جو مخلوق کے بھیدوں پر آگاہ ہے، فرمایا یہ کہ اس نے جانا کہ تو نصرانی ہے اور تیرے

کپڑوں کے نیچے زنار ہے تو وہ شخص چیخ پڑا اور شیخ کی طرف کھڑا ہوا اور اسلام لایا تو شیخ نے فرمایا کہ اے میرے لڑکے ہر وہ شخص جس نے مشائخ سے تجھے دیکھا تو یقیناً تیرا حال جان لیا لیکن وہ جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر ہے وہ تیری بات سے رکے، فرمایا اور بلاشبہہ ان کی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے خبر دی تھی اسی وقت مذکورہ پر اور بعینہٖ اسی جگہ بلا تقدیم و تاخیر کے اور عراقی مرا شیخ کے پاس اسی زاویہ میں بعد اس کے کہ مہینہ بھر مریض رہا اور میں اس کے جنازہ کے نمازیوں میں تھا اور شامی مرا ہمارے پاس حریم میں میرے گھر کے دردازہ پر پڑا تھا، اور آواز دی گئی تو میں باہر آیا تو ناگاہ وہ ہمارا رفیق شامی تھا اس کی موت میں اور اس وقت میں کہ میں اس کے ساتھ شیخ سے ملا تھا سات برس تین مہینے سات دن تھے رحمہ اللہ تعالیٰ اھ تو دیکھ کہ یہ خادم خادمان خدام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انھوں نے ایک جان کے متعلق بہتر غیبوں کی خبر دی جن میں سے راز درون سینہ، مرنے کی جگہ اور موت کے اوقات اور موت کے اسباب اور وہ کل کیا کرے گا اور اس کے ماسوا اور اگر تجھے شک ہو جو میں نے تعداد ذکر کی تو پھر گن اطلاع اور پر خطرہ ابوالمجد کے جوان کا خبر دینا کہ عنقریب ہمارے پاس آئیں گے پانچ آدمی ایک ان میں کا عجمی ہے دوسرا عراقی، تیسرا مصری اور چوتھا شامی اور پانچوں یمنی یہ آٹھ غیب ہوئے پھر عجمی کے متلق گیارہ غیب کہ وہ گورا ہو گا اس کی سپیدی میں سرخی ملی ہو گی اور اس کے تل ہو گا اور وہ اس کے رخسارہ پر اور یہ رخسارہ سیدھا ہو گا اور گوشت کو خواہش کرے گا اور اس کی خواہش بھنے ہوئے گوشت کی ہو گی نہ پکے یا سوکھے کی اور وہ تو مہینہ بعد مر جائے گا اور اس کی موت شیر کا پھاڑنے سے ہو گی اور یہ بطائح میں ہو گی اور وہیں دفن کیا جائے گا اور وہاں سے منتقل نہ ہو گا اور یہیں سے اس کا حشر ہو گا۔ یونہیں متعلق عراقی گیارہ غیب ہیں وہ گورا ہے اور اس میں سرخی جھلکتی ہے اور اس کی آنکھ میں پھلی ہے اور اس کے پاؤں میں لنگ ہے اور بط چاہے گا اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا اور یہ شخص بیمار ہو گا اور ایک مہینہ تک مرض میں مبتلا رہے گا اور اسی سے مر جائے گا اور یہاں مرے گا اور ایک مہینہ، بعد مرے گا اور مصری کے متعلق پندرہ غیب ہیں یہ کہ وہ گندم گون چھنگا اور چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہو گی اور اس کے نیزے کا کونچہ ہو گا اور اس کی ران میں ہو گا وہ الٹی ران ہو گی اور یہ زخم اسے اس کا پورانہ ہو گا اور تیس برس کا لڑکا اور یہ شہد کی خواہش کرے گا، صرف شہد خالص نہیں بلکہ گھی سے ملا ہوا، اس کا کسب تجارت ہو گی اور تجارت گاہ اس کی ہندوستان میں ہو گی اور اپنی آخر عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا اور وہ ہندوستان میں مرے گا اور اس کی موت بیس برس کے بعد ہو گی اور شامی کے متعلق نو غیب، وہ گندمی رنگ کا ہو گا جس میں سپیدی غالب ہو گی موٹے موٹے گٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہو گا اور سیب کی خواہش کرے گا اور شامی سیب چاہے گا زمین حریم میں مرے گا اور اس کی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازہ پر ہو گی اور اس کی عمر سے سات برس اور مہینوں میں سے تین اور ایام میں سے سات باقی ہیں اور یمنی کے متعلق آٹھ یہ کہ وہ گورا ہو گا اور یمنی گندم گون ہوتے ہیں وہ نصرانی ہے اس کے کپڑوں کے نیچے زنار ہے (جینو) اور اپنے ملک سے مسلمت کے امتحان کے لیے نکلا اور اسے نکلے ہوئے تیس برس ہوئے اور اس نے اپنی نیت کی کسی کو خبر نہ کی۔ نہ گھر والے نہ اہل شہر کو اور اس کی خواہش انڈا ہے اور یہ کہ انڈا نیم برشت تو یہ باسٹھ غیب ہوئے اور پانچ یہ کہ ان سے کوئی دوسرے کو اپنی خواہش پر مطلع نہ کر سکا اور پانچ یہ کہ ہر ایک کی خواہش کی چیز ہمیں غیب سے ملے گی تو یہ بہتر غیب پورے ہوئے تو پاکی اس کے لیے جس نے عطا کیا جو چاہا جسے اپنے درس میں سے اور اسی کے لیے حمد ہے۔ منہ حفظہ ربہ مدینہ۔

یقیناً جانتے تھے کہ کس زمین میں ان کا انتقال ہو گا یہ حدیث ان سے ابن سکن اور ابن مندہ اور ابن عسا کرنے روایت کی انہوں نے فرمایا میری ایک بیماری میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے پوچھنے کو تشریف لائے میں نے عرض کی مجھے یہی گمان ہے کہ میں اپنے اس مرض میں جاؤں گا ارشاد فرمایا ہر گز نہیں ضرور تو زندہ رہے گا اور شام کی طرف ہجرت کرے گا اور فلسطین میں ایک ٹیلے پر مرے گا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا اور رملہ میں دفن ہوئے اور

یہ[1] ہیں اللہ کے نبی یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ انہوں نے مصریوں سے فرمایا تم سات برس حسب دستور کھیتی کروگے فرمایا پھر اس کے بعد سات برس کرّے آئیں گے فرمایا پھر اس کے بعد وہ سال آئے گا کہ لوگ مینہ دیئے جائیں گے انہوں نے یقیناً جانا کہ سات برس مصریوں کو مینہ وقت پر ملے گا پھر سات برس تک نہ برسے گا پھر پندرھویں سال ان پر برسے گا اور انگور اگیں گے تو وہ ان کا شیرہ نکالیں گے۔ مجھے کیا ہوا کہ میں جزئیات گنارہا ہوں ان کا تو حصر نہیں حالانکہ قیامت کے سوا[2] کہ اس میں تو اختلاف ہے باقی ان پانچوں غیبوں کی سب باتوں کا علم ایسے ثبوت سے ثابت ہے جس میں اہل عقل کے نزدیک مجال شک نہیں اس لیے کہ یقیناً یہ سب غیب لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور بے شک معلوم ہوا کہ بکثرت ملائکہ اور اولیاء اس پر مطلع ہوتے ہیں نہ کہ انبیاء اکرم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور یہ ایسے علم سے معلوم ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر محروم بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں لوح کی صفت میں مبین فرمایا ہے اور مبین اسی کو کہتے ہیں جو واضح اور ظاہر کرے تو اگر لوح تمام مخلوق کی نگاہوں سے غائب ہو تو کس بات کے لیے مبین ہے اور کس کے لیے مبین ہے رب عزوجل فرماتا ہے ہر چیز ہم نے ایک مبین پیشوا میں گن دی ہے بیضاوی نے کہا یعنی لوح محفوظ اور رب عزوجل نے فرمایا آسمان و زمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں فرمایا یعنی لوح محفوظ میں اور امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا لوح مبین ہے یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لیے ظاہر اور روشن ہے، اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں کہا۔

پائی گئی بہ سبب نہ شامل ہونے لفظ شئ کے اس کو حقیقتاً لیکن یہ اثبات بحمد اللہ تعالیٰ لے آیا۔ اثبات علم جمیع ماکان ومایکون کو اس چیز سے کہ مثبت ہے لوح میں بہ سبب ہونے اس کے کہ بیچ اس کے اشیاء موجودہ فی العالم کے وقت نزول ہونے آیات کے جیسے نقوش مرسومہ کتاب میں موجود ہیں اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متناول نہیں ہر آنے والے کو اب تک چونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی ثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہوگا اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ یہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعتِ لوح میں مثبت ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جان لیا کہ اب آیات اس کو متناول ہیں اور اگر واقعی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس میں ثبت نہ فرمایا تو نہ دلالت کریں گی آیتیں اس پر اور دونوں احتمال رہیں گے کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم مکتوبات لوح محفوظ میں منحصر نہیں بلکہ وہ ایک نہر بلکہ ایک موج ہے سمندروں میں سے حضور کے جیسا کہ گزرا اور اسی سبب سے تو نے مجھے دیکھا کہ میں نے کہا سوی لساعۃ

---

[1]۔ وقال الامام السیوطی الخ اور امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں فرمایا (باب) تصور کا خبر دینا اس بادل سے کہ برسا یمن میں روایت کیا بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ بادل چھایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ بادلوں کا موکل میری خدمت میں حاضر ہوا مجھے اس نے سلام کیا اور خبر دی کہ وہ چلائے گا بادلوں کو یمن کے ایک ژالہ کی طرف جسے ضریح کہا جاتا ہے تو ہمارے پاس اس کے بعد ایک سوار آیا ہم نے اس سے بادل کی نسبت دریافت کیا تو اس نے خبر دی کہ اس دن پانی برسا علامہ بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے لیے شاہد مرسل ہے بکر ابن عبد اللہ مزنی سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی بادل کے فرشتے سے کہ وہ آرہا ہے فلاں شہر سے اور بلاشک وہاں اس دن پانی برسا اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ملک علیہ السلام سے دریافت کیا۔ کہ ہمارے شہر میں کب پانی برسے گا تو اس نے کہا فلاں دن اور حضور کے پاس بعض منافق لوگ تھے تو انہوں نے اسے یاد رکھا پھر انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تو اس کی تصدیق پائی تو ایمان لائے اور اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا حضور نے ارشاد فرمایا اللہ تمہارا ایمان زائد کرے اھ، قولہ مالک السحاب اقول یوں ہی ہے میرے نسخۂ خصائص میں الف کے ساتھ بعد میم کے اور بحمدہٖ تعالیٰ پرانا نسخہ ہے جس کے آخر میں تحریر ہے کہ اس نسخہ مبارکہ کی کتابت سے فراغ ہفتہ کے مبارک دن سترہ ماہ شعبان مبارک ۱۰۳۳ھ اس کی کتابت کو نو کم تین سو برس گذرے اھ، منہ عفی عنہ مدنیہ۔

[2]۔ اللھم لک الحمد الخ الٰہی تیرے ہی لیے خوبی ہے جس حق کی پیروی روزی کرے اور انصاف اور گذاف و بے راہی سے بچنے کی توفیق دے۔ پابند دست دلیل ہو جدھر وہ چلے ادھر چلے اور ٹھہرے جہاں ٹھہرے، ہمیں قرآن کریم نے رہنمائی فرمائی کہ قرآن ہر شے کا روشن بیان اور ہر شے کی تفصیل ہے، نبی کریم علیہ الصلوۃ والتّسلیم کے لیے اور شے موجود ہے اور اطلاق موجود کا اوپر اس چیز کے کہ تھی اور نہ رہی یا وہ کہ آئندہ ہوگی مجاز ہے اور مجاز کی طرف بلا دلیل مصیر نہیں تو اگر یہ نہ ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوح محفوظ میں ہر ماکان ومایکون ثبت فرمادیا اور یہ تمام مثبتات لوح وقت نزول آیۂ کریمہ یقیناً اس میں موجود ہیں تو البتہ نہ دلالت کرتیں آیتیں مگر اوپر علم جمیع اشیاء کے جو کہ موجود ہیں عالم میں وقت نزول آیات کے نہ وہ چیز کہ پائی گئی اور معدوم ہوگئی اور نہ وہ کہ اب تک نہ۔

علی خلاف فیہا جس طرح میں علم کا جزم نہیں کرتا ان کی طرح نفی کا جزم بھی نہیں کرتا اور میں وہی کہتا ہوں جو علامہ تفتازانی کی شرح عقائد سے عنقریب نقل کروں گا یہ کہ کچھ دور نہیں کہ بعض رسولوں کو اس پر آگاہی دی ہو یہ اس میں ہے جس کی راہ جزم ہے لیکن ظن تو عنقریب تم دیکھو گے کہ امام قسطلانی سے اس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا اس پر اپنے رسولوں کو اور اولیاء ان سے لیتے ہیں اور پہلے گزری قطعیت تعلیم خمس کی واسطے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے، علامہ ہجویری اور علامہ شنوانی وجلالت والے سردار عبدالعزیز دباغ سے عنقریب تصریح آتی ہے علامہ مدابغی اور علامہ فاضل عارف عشماوی سے اور عنقریب میں دلیل قاطع قائم کروں گا اس بات پر کہ مولیٰ تعالیٰ علم عطا فرمادیتا ہے ملائکہ نفخ صور کو قبل وقوع قیامت کے اور قائم کروں گا دوسری دلیل اس پر امام رازی سے اور پہلے گذرا کہ تمام مخلوق الٰہی کو ہر علم امداد محمدی سے ہی حاصل ہوتا ہے اور علم کی مدد دینے والا واجب ہے کہ جانے اس سے پہلے کہ جس پر القاء کر رہا ہے تو ثابت ہو گیا حاصل ہونا اس کے علم کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبل قیامت کے اور جب اس قدر تقدم کے آیات منافی نہیں۔ تو اس کے مافوق بھی منافی نہیں ہوئی اس لیے کہ کوئی فرق نہیں اور بلاشبہ رجوع کر گئی ان کی دلالت اس جانب کہ وہ بے اعلام الٰہی معلوم نہیں ہوتی تو اب بطور ظن یہ قول ذہن میں چمک جاتا ہے کہ حضور کو اس کا علم دیا گیا اور اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ بلاشبہ علمائے کرام سے دونوں قول آئے اور جلیل القدر ائمہ نے اس کے بطلان پر جزم نہ کیا بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے اس کے لیے ایک فصل خصائص کبریٰ میں باندھی اور فرمایا کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علماء کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا اور حضور کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا اھ، اور علامہ محمد ابن سید علامہ عبدالرسول برزنجی مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا اپنی کتاب الاشاعہ لاشراط الساعہ میں ان دونوں کا ذکر برابر ایک حد پر چلایا اور فرمایا کہ جب امر ساعت سخت تھا اور اس کے علم کو اپنے لیے خاص کر لیا اور

مخلوق میں سے کسی کو نہ بتایا اور اسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا اور دوسروں کو خبر دینے سے منع فرمادیا اس سے ہول دلانے اس کی بزرگی بڑھانے سے لیے الخ، یوں ہی ہے۔ نسخہ مطبوعہ میں "وعلمہا النبی" "واو" کے ساتھ تو اگر واو اپنے معنی میں ہو اور جملہ قائم مقام استثنا ہو تو یقیناً سید علامہ نے اختیار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور اسی قول کو انہوں نے پسند کیا اور اگر واو بمعنی اَوْ کے یا الف قلم ناسخ سے گر گیا تو انہوں نے دونوں قولوں کو ایک برابر حد پر بیان کیا اور خود ساختہ رسالہ کی طرح اس کے بطلان پر جزم نہ فرمایا اور نہ مثل قول غلاۃ اسے نبایا جیسا کہ اسی رسالہ میں صفحہ ۲۸ وغیرہ پر ہے نہ کھلم کھلا جھوٹ جیسا کہ اسی رسالہ کے صفحہ ۲۸ میں ہے مخالف حق صواب بلاشک وارتیاب دیکھو ص ۱۳۱ اور اسی پر یہ جھوٹا رسالہ تمام ہے یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ رسالہ خود ساختہ یا محرفِ دست غلاۃ وہابیہ ہے ورنہ نہ راضی ہوتے اپنے دادا کی طرف ان بڑی باتوں کی نسبت پر یعنی ان کا ہونا غلاۃ (اللہ انہیں اس سے محفوظ رکھے) اور مجاہرین فی الکذب سے اور مخالف اس چیز کے کہ جو یقینی طور پر دین مبین سے ثابت ہوئی۔ یا شریک اس کا جو ایسا ہے کیونکہ جس نے نقل کیا قول غلاۃ کاذبین مکذبین قطعیات ہمراہ قول عادلین صادقین مصدقین برابر ایک حدیر تو بلاشبہ اس نے اس سب کو جائز رکھا اور کر دیا انہیں احد المجوزین اور اختیار دیا ان کی کتاب سے تلقی کرنے والے کو یہ کہ اختیار کرے جسے چاہے جیسے کہ وہ شان ہے ان دو قولوں کی جو نقل کیے جائیں بلا ترجیح کسی جانب کے دونوں جانبوں میں سے اور جب تجھ پر یہ کھل گیا تو تجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ مثبت مقدم ہے نافی پر، اور جو کچھ بھی ہو جواب ظاہر ہے ہر اس چیز سے جس کا رسالہ نے قیامت کے بارے میں ایراد کیا کہ آیات ص ۴، وحدیث مسلم ص ۱۸، یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا ساعت سے حضور کی وفات سے ایک مہینہ پہلے تو حضور نے فرمایا کہ علم اس کا میرے رب کو ہے اور قول ابن کثیر ص ۲۰ وقت ساعت اسے نہیں جانتا ہے کوئی نبی مرسل نہ کوئی مقرب فرشتہ اور قول اسمٰعیل حقی ۲۳ "منہ ما استاثر لنفسہ

تامنہ علم الساعہ" وہ کہ نقل کیا ص۲۸ پر منحوس بُربُرانا و کمینہ بھنبھناہٹ جسے علامہ قاری کی طرف نسبت کیا علامہ سیوطی کے رسالہ "الکشف عن مجاوزتہ ھذہ الامتہ الالف" سے حالانکہ وہ افترا ہے، امام جلیل جلال سیوطی پر اور یہ رسالہ الکشف موجود ہے نہ اس میں بعینہٖ وہ نقل اور نہ اس کا کوئی نشان اور علامہ قاری پر افترا ہے کہ انہوں نے امام جلال سیوطی سے اسے نقل کیا صرف اس کا خاصہ کیا ہے ان کے قول کے متجاوز نہ ہوگی پانچ سو سے بعد ہزار کے۔ پھر علامہ قاری نے فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ کھلم کھلّا جھوٹ بولا ضمیر اس میں راجع ہے ابن قیم کی طرف عہ

(عہ، اس کے بعد اصل میں باقی ورق زائد تھا، افسوس کہ بعد تلاش کامل دستیاب نہ ہوا۔ ۱۲ ح) سب ہونے والی باتیں جو لوح محفوظ میں ثبت فرمادی ہیں اس میں حکمت یہ ہے کہ ملائکہ آئندہ باتوں پر مطلع ہوں کہ جب وہ باتیں لکھے ہوئے کے مطابق واقع ہوں تو ان کا ایمان اور تصدیق بڑھے اور اس لیے کہ ملائکہ جان لیں کہ کون مدح کا مستحق ہے اور کون مذمت کا تو ہر ایک کے لیے اس کا مرتبہ پہچانیں انتہیٰ اور شاہ عبد العزیز نے تفسیر عزیزی میں ذکر کیا کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو باتیں، واقع میں موجود ہونے والی ہیں خارج میں ان کے وقوع سے پہلے ان کا علم ہو جائے، خواہ لوح کی تحریر دیکھ کر ہو یا بغیر اس کے اور یہ اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہوتا ہے کہا اور لوح محفوظ پر یوں اطلاع کی کہ اس کے نقوش کا مطالعہ کریں یہ بھی بعض اولیاء سے بتواتر منقول ہے انتہامترجما اور بے شک امام شطنوفی وغیرہ ائمہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے سے بہ سند صحیح روایت کی وہ جو انس وجن دونوں کے فریادرس اور دونوں جہاں میں فریاد کو پہنچنے والے میں ہمارے آقا غوث اعظم ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں ہم سے راضی کرے اور دونوں جہان میں ہم پر ان کے الٰہی نور کا فیض ڈالے کہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھ لوح محفوظ میں لگی ہے اقول اور یہ ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہ برکت والی رات شب برات کے بارے میں فرماتا ہے، اس رات میں بانٹ دیئے جاتے ہیں سب حکمت والے کام ہمارے حکم سے تو اللہ عزوجل کی گواہی سے

ثابت ہوا کہ ان پانچ غیبوں میں سے قیامت کے سوا چار کے جمیع افراد ان کے وقوع سے پہلے اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو بتادیتا ہے جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

اقول: اور اسی طرح واجب ہے کہ سیدنا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بالتبجیل قیامت کا خاص وقت تعین کے ساتھ اس کے وقوع سے پہلے جان لیں اگرچہ ایک لحظ اور یہ اس دن جب صور پھونکنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اپنا دوسرا پر بھی گرادیں گے اور ایک پر تو اس وقت گرا چکے ہیں جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس کے گراتے ہی فرشتہ نے کہ ان کا ماتحت ہے صور منہ میں اٹھالیا اور یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد کہ میں کیونکہ چین لوں حالانکہ صور والے نے صور منہ میں لے لیا ہے اور کان لگائے ہوئے[1] ہے اور ماتھا جھکائے ہوئے ہے انتظار کر رہا ہے کہ کب پھونکنے کا حکم دیا جائے یہ حدیث ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی اور وہ فرشتہ اپنے دونوں زانووں پر کھڑا ہوا اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پر کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہے جو ابھی پھیلا ہوا ہے تو جب وہ اس پر کو گرائیں گے تو یہ صور پھونک دے گا تو صور پھونکنے کی اجازت اور قیام قیامت میں ان کے پر گرانے کا فاصلہ ہے اور یہ ایک جنبش ہے اور جنبش زمانہ میں ہوتی ہے تو ضرور ہے کہ وقوع سے پہلے قیامت کا انہیں علم ہولے گا اگرچہ ایک لمحہ تو جب[2] یہ ایک مقرب

---

[1]۔ تمامہ فنفیح الخ، ختم حدیث تو پھونکے گا صحابہ نے عرض کی ہم کیا کریں گے ارشاد فرمایا کہو (ہمیں کافی ہے اللہ اور بہتر کام بنانے والا) اس کو روایت کیا امام احمد اور ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے (ابو سعید خدری سے) اور امام احمد اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور احمد اور طبرانی نے کبیر میں زید ابن ارقم سے اور ابو شیخ نے عظمت میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابو نعیم نے حلیہ میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ضیاء نے مختارہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ۱۲ منہ حفظہ بہ تعالیٰ جدید۔

[2]۔ ہذا الدلیل الخ یہ روشن دلیل اس تحریر کے وقت میری فکر نے استنباط کی تو پھر چند روز کے بعد میں نے دیکھا، تفسیر کبیر میں فرمایا زیر قول الٰہی علم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا" خلاصۂ تصریح یہ ہے یعنی وقت وقوع قیامت اس غیب سے ہے کہ ظاہر نہ کرے گا اللہ اس کو کسی پر تو اگر کہا جائے کہ جب تم نے اسے قیامت پر محمول کیا تو کیونکر ارشاد فرمایا "الا من ارتضیٰ من رسول" باوجودیکہ ظاہر نہ کیا اس غیب کو کسی پر اپنے رسولوں میں سے ہم کہیں

فرشتہ کے لیے واجب ہوا تو سب سے بڑھ کر پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کون محال کرنے والا ہے کہ قیامت کو اس کے وقوع سے مثلاً دو ہزار برس پہلے جان لیں اور حضور کو حکم ہوا کہ اوروں کو نہ بتائیں لاجرم معتزلہ نے جو کرامات اولیاء کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا کہ اللہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا کسی کو سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے علامہ نے شرح مقاصد میں اس کے جواب میں فرمایا غیب یہاں عام نہیں بلکہ مطلق ہے یا ایک معین یعنی وقت قیامت اور اس پر اوپر کی آیت قرینہ ہے (اس میں قیامت ہی کا ذکر ہے) اور کچھ دور نہیں کہ ملائکہ یا بشر کے بعض رسولوں کو اس کا علم ہوا انتہیٰ یعنی تو رسولوں کا استثنا صحیح ہوا تو اس وقت اولیاء سے صرف علم قیامت کی نفی ہو گی اور اللہ کے پسندیدہ رسولوں کے لیے یہ بھی ثابت ہو گا کہ ان کا استثنا اس پر دلیل ہے بلکہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرمایا، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہو گی مگر اس کے پسندیدہ رسول کہ اللہ ان کو اپنے جس غیب پر چاہے مطلع فرما دیتا ہے اور ولی رسول کا تابع ہے اس سے علم حاصل کرتا ہے۔ انتہیٰ۔

بلکہ [1] شاہ عبد العزیز صاحب کے والد شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں خود اپنا حال بیان کیا کہ ان کو بعض واردات میں خاص وہ وقت بتایا گیا، جب قیامت قائم ہو گی اور آسمان پھٹیں گے پھر جب آپے میں آئے تو پورے طور پر محفوظ نہ رہا اور بھول بھولا خواب ہو گیا تو جب ایسوں کے لیے یہ ثابت ہے تو مصطفےٰ کے رب کے لیے پاکی ہے کجا قدر مصطفیٰ کجا علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اربعین امام نووی کی شرح فتوحات الٰہیہ نیز اس کی دوسری شرح فتح المبین کے حاشیہ میں قیامت کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنے کے بارے میں ہے حق یہ ہے جیسا ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا، یہاں تک کہ جو کچھ حضور پر پوشیدہ رہ گیا تھا سب حضور کو بتا دیا ہاں یہ ہے کہ بعض باتیں چھپانے کا حضور کو حکم دیا اور بعض باتیں بتانے کا انتہیٰ اسی طرح غشماوی نے صلوٰۃ حضرت سیدی احمد کبیر بدوی کی شرح میں اسی کو صحیح بتایا اقول اور یہ سب ایک چمک ہے اس ارشاد الٰہی کے انوار سے کہ ہم نے تم پر قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقریر ہمیں الہام فرمائی تو حق چمک اٹھا قرآن کے نور سے جیسے سورج سے بادل ہٹ جائے اور اس کے بعد ہمیں حاجت نہیں کہ ان پانچوں غیب کے جزئیات کی تفصیل کریں جو اولیائے کرام نے بتائے ہیں، ان کے سردار اور ان پر درود و سلام کہ یہ وہ سمندر ہے جس کا گہراؤ نہ معلوم ہو تو ان کے گنانے میں کلام انتظام سے نکل جائے گا اور جسے قرآن شفا نہ دے اس کی بیماریاں کہاں جائیں ہم اللہ سے عفوو عافیت مانگتے ہیں اور پیارے پر درود و سلام۔

(جاری ہے۔۔۔۔)

گے بلکہ اسے ظاہر کیا قرب قیامت اور کیوں نہیں کہ بلاشبہ ارشاد فرمایا جس دن کہ آسمان پھٹ جائے گا ابر کے ساتھ اور ملائکہ اتریں گے اترنا اس میں شک نہیں کہ ملائکہ اس وقت جان لیں گے قیامت قائم ہونے کو اھ، اقول غالباً میرا استنباط زیادہ محکم ہے پھر ہمیں احتجاج میں قول ان کا ''فلنا بل یظہرہ'' کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم اھ، منہ حفظہ ربہ مدینہ۔

پھر اچنبھا اور پورا اچنبھا اس شخص سے کہ جو فرق نہ کرے درمیان علم بالشئی بعد وقوع اور علم بالشئی قبل وقوع کے اگرچہ تھوڑے زمانے کے ساتھ کیونکہ پہلا علم بالشہادت ہے اور دوسرا علم غیب ہے اور غیب شہادت نہیں ہو جاتا قرب وقوع سے اور حکم بالمجاز اس طرح کہ جو قرب ہے شئی سے اسے حکم شے کا دیا جاتا ہے حقائق نہیں بدل دیتا تا آنکہ غیب کو شہادت کر دے یا معدوم کو موجود اس طرح کے خطابیات دربارۂ خصائص الوہیت مسموع نہیں اسی واسطے امام رازی نے اس طرف التفات نہ کیا جیسا کہ تم نے سنا تو جمے رہو اور اس طرح کہ اباطیل پر کام نہ رکھو اھ، منہ مدینہ۔

[1] پھر اچنبھا اور پورا اچنبھا اس شخص سے کہ جو فرق نہ کرے درمیان علم بالشئی بعد وقوع اور علم بالشئی قبل وقوع کے اگرچہ تھوڑے زمانہ کے ساتھ کیونکہ پہلا علم بالشہادت ہے اور دوسرا علم غیب ہے اور غیب شہادت نہیں ہو جاتا قرب وقوع سے اور حکم بالمجاز اس طرح کہ جو قرب سے شئی سے اسے حکم شے کا دیا جاتا ہے حقائق نہیں بدل دیتا تا آنکہ غیب کو شہادت کر دے یا معدوم کو موجود اس طرح کے خطابیات دربارۂ خصائص الوہیت مسموع نہیں اسی واسطے امام رازی نے اس طرف التفات نہ کیا جیسا کہ تم نے سُنا تو جمے رہو اور اس طرح کہ اباطیل پر کان نہ رکھو۔ اھ منہ مدینہ۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین کی قلمی خدمات

تیسری قسط

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی تصنیفات:

☆ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، مرتبین: محمد صادق قصوری و مجید اللہ قادری، 1995ء۔

☆ یادگارِ سلف۔ تذکرہ مفتی تقدس علی خاں، مرتبین: ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید وجاہت رسول قادری، 1991ء۔

☆ تذکرہ سید ریاست علی قادری "صاحب فیضِ رضا"، مرتبین: ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید وجاہت رسول قادری، 1992ء۔

☆ آئینہ رضویات جلد اول، مرتبین: ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید وجاہت رسول قادری، 1989ء۔

☆ امام احمد رضا اور علمائے سندھ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1995ء۔

☆ معلم کائنات ﷺ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1996ء۔

☆ مولود النبی ﷺ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1997ء۔

☆ شبِ برأت کے فضائل و معمولات، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1996ء۔

☆ لیلۃ القدر کے فضائل و مسائل، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1996ء۔

☆۔ روحانی اذکار، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1997ء۔

☆ تذکرہ، تعارف۔ علامہ شمس الحسن بریلوی، مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1998ء۔

☆ کنز الایمان میں سائنسی مصطلحات، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2003ء۔

☆ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا۔ بنگلہ ترجمہ مولانا نظام الدین، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2004ء۔

☆ The Holy Quran, Science and Imam Ahmad Raza, Prof. Dr. Majeed Ulha Qadri, 1998.

☆ مجدد الفِ ثانی، امام احمد رضا و حضرات نقشبندیہ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1999ء۔

☆ ملفوظاتِ شمس، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2003ء۔

☆ تذکرہ اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2005ء۔

☆ تاریخ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2005ء۔

☆ تعارف، مطبوعات و مختصر کارکردگی ادارہ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2005ء۔

☆ اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2007ء۔

☆ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (ایک تعارف)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2007ء۔

☆ شجرۂ طیبہ و اذکارِ قادریہ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2007ء۔

☆ رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں، مرتبین: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2007ء۔

☆ درود و سلام کی حقیقت و اہمیت (اشاعت اوّل)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2014ء۔

☆ درود و سلام کی حقیقت و اہمیت (اشاعت دوّم)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2016ء۔

☆ مقالاتِ مجیدی (حصہ اوّل)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2012ء۔

☆ مقالاتِ مجیدی (حصہ دوّم)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔

☆ اَشْرَفُ الْمَشَاغِلْ، ترتیب و تزئین و مقدمہ: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2008ء۔

☆ خانقاہ کی ضرورت و اہمیت، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2016ء۔

☆ تطمئن القلوب بذکر المحبوب (منظوم روحانی اذکار)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔

☆ خانقاہ کی ضرورت و اہمیت، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔

☆ ایک عہد ساز شخصیت (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔
☆تعلیمات مجدد الف ثانی وامام احمد رضا (مجموعہ مقالات)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔
☆اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔
☆تعارف، تذکرہ اور کارکردگی (ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2013ء۔
☆خطبہ صدارت (آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس، 1946ء)، ترتیب و مقدمہ: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2015ء۔
(خطیب حضرت محدثِ اعظم مولانا السید الشاہ محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ)
☆خطبہ صدارت (آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد، 1925ء)، ترتیب و مقدمہ: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2015ء۔
(خطیب حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)
☆میرے چند یادگار سفر، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2016ء۔
☆سیر لا مکاں (سفر نامہ معراج)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2016ء۔
☆ایصالِ ثواب کے 25 طریقے (کتابِ صغیر)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 2018ء۔
☆کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم (Ph.D) کا مقالہ*، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، 1999ء۔

(نوٹ: احقر کی یہ مقالہ (PhD) بنگلہ دیش کے شہر کشٹیا میں قائم اسلامک یونیورسٹی کی فیکلٹی آف تھیولوجی اینڈ اسلامک اسٹڈیز کے شعبہ القران اینڈ اسلامک اسٹڈیز کے BTIS کے کورس میں ریفرنس بک کے طور پر شامل ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ الازھر کے شعبۂ اردو میں یہ ریفرنس کے طور پر شامل ہے)

دیگر موضوعات پر جو مقالات دوسرے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں:

☆حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، جہانِ امام ربانی، جلد: 5، ص: 370، 1999ء۔
☆ امام ربانی کا دربارِ رسالت میں ادب، ماہنامہ المظہر، جلد: 6، شمارہ: 62، ص: 10-10، ادارۂ مسعودیہ، کراچی، 2007ء۔
☆تعلیماتِ امام ربانی کے عہد جہانگیری میں اثرات یادگارِ مجدد الف ثانی، ص: 80-65، ادارۂ مسعودیہ کراچی۔
☆ سلسلۂ نقشبندیہ سے اعلیٰ حضرت اور ان کے اجداد کا تعلق، یادگارِ مجدد الف ثانی، شمارہ: 4، ص: 45-41، امام ربانی فاؤنڈیشن۔
☆ فتاویٰ رضویہ میں افکارِ مجدد الف ثانی، ماہنامہ المظہر، جلد: 7، شمارہ: 63، صفحات: 20-40، ادارۂ مسعودیہ، کراچی 2007ء۔
☆ عصرِ حاضر کے علمائے اہلِ سنت کے لیے امام احمد رضا کی تعلیمات و تصنیفات، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور، جلد: 61، شمارہ: 661، مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔

مقدمات و پیش لفظ / تقریظ:

☆ کمالِ مصطفی ﷺ، مؤلف: سید محمد اسماعیل ذبیح ترمذی، مقدمہ، ص: 10-29، دادابھائی فاؤنڈیشن، کراچی 1987ء۔
☆ جہانِ شمس بریلوی، مؤلف: سید محمد اسماعیل ذبیح ترمذی، مقدمہ، ص: 10-29، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا 1992ء۔
☆ امام احمد رضا اور علمِ صوتیات، مؤلف: ڈاکٹر محمد مالک، مقدمہ، ص: 3-6، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا 2004ء۔
☆ شریعت و طریقت، مصنف: امام احمد رضا بریلوی، مقدمہ، ص: 3-8، المختار پبلی کیشنز، کراچی۔
☆ مکتوباتِ مقصودیہ، مرتبہ: مولانا ندیم صاحب نقشبندی، تقریظ 18-23، المرکز مقصد العلوم، کراچی، 1996ء۔
☆الفوز العظیم (مقالات سیرت)، مؤلفہ: پروفیسر فائزہ احسان صدیقی، تقریظ: 13-15، اسلامک فاؤنڈیشن، کراچی، 1999ء۔
☆ تفسیر یا ایھا الذین امنوا، مفسر: سید سعادت علی قادری، (تقریظ) ندائے ذوالجلال، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2001ء۔
☆بستر مرگ سے قبر تک (حصہ دوم)، مولانا عبد الکریم قادری، تقدیم: 22-23، ضیاء الدین پبلی کیشنز، کراچی 1996ء۔

☆علم کے موتی (علامہ فیض احمد اویسی)، مرتب: اقبال احمد اختر القادری، اظہارِ خیال13۔15، فیضِ رضا پبلی کیشنز، کراچی، 1998ء۔

☆ سرخرو (تذکرہ الحاج محمد شریف بھٹی)، مؤلف:طارق شریف بھٹی، گریٹ سن، ص: 27۔36، سلیم اختر میموریل، گوجرخان 2007ء۔

☆ وقار الفتاویٰ (حصہ اول)، مفتی وقار الدین قادری رضوی، تقریظ: ص:443، بزمِ وقار الدین 1997ء۔

☆ میری یادیں، ڈاکٹر سید مطاہر اشرف الاشرفی، مقدمہ: آئینہ اشرف، مکتبہ سمنانی، 2007ء۔

☆رسائل فتاویٰ رضویہ، تحقیق: ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی، تقریظ: رسائل رضویہ ایک مکمل جامعہ کا نصاب، ص12-19، والضحیٰ پبلی کیشنز، 2012ء۔

پاور پوائنٹ پریزینٹیشن:

☆تقریبِ تفویضِ کتب، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، 2007ء

☆An Overview on Scientific work of Imam Ahmad Raza, Sir Syed University, Karachi, 2008.

☆ کنزالایمان اور سائنسی قوانین، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی، 2009ء۔

پروفیسر دلاور خاں کی ادارہ میں قلمی خدمات:

پروفیسر دلاور صاحب (B.A, Hons، M.A اسلامیات، B.Ed، M.Ed، LLB) کی سند حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی زبانوں میں P.G.D کی سند بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ علوم شرقیہ میں فاضل اردو، عالم عربی اور ادیب عربی کی اسناد بھی حاصل کرچکے ہیں اور حال ہی میں اقراء یونیورسٹی سے M.Phil (Education) کی سند بھی حاصل کرلی ہے پروفیسر دلاور خاں نے 1994ء میں گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج قاسم آباد سے بحیثیت لکچرار تدریسی خدمات کا سلسلہ شروع کیا اور ترقی کرتے ہوئے کم عمری میں ہی سندھ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پرنسپل گریڈ 19 کے لیے منتخب ہوئے یاد رہے پورے سندھ (شہری) میں صرف یہ ایک سیٹ تھی 2006ء میں 19 گریڈ میں ترقی دے کر پرنسپل بنا کر جامعہ ملیہ کالج ایجوکیشن کالج کی ذمہ داری دی جس کو آپ نے 2011ء تک احسن طریقے سے انجام دیا۔ اس کے بعد 2012ء سے تاحال گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ سینٹر ایجوکیشن سٹی ملیر کراچی میں بہت احسن طریقے سے نبھارہے ہیں۔ عرصہ دراز سے Reserch Methodology کی تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور کئی طلباء آپ کی نگرانی میں تھیسس بھی لکھ رہے ہیں۔

پروفیسر دلاور خاں پچھلے ایک دہائی سے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی جانب سے نکلنے والے ماہنامے "معارفِ رضا" کے نائب مدیر کی حیثیت سے بھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس دوران بالخصوص امام احمد رضا کی دیگر بے شمار تصانیف کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کا بھی گہرا مطالعہ کرتے رہے اور پچھلے دس سالوں میں آپ کے درجنوں مقالات معارفِ رضا کی زینت بنے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج صاحب کو 2000ء میں Ph.D کی ڈگری ایوارڈ ہوئی تھی اور آپ کا یہ مقالہ بعنوان "قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ" کے عنوان سے شائع ہوکر سامنے آیا۔ پروفیسر دلاور خاں جو مطالعہ کے نہایت شوقین ہیں اس مقالے کا مطالعہ فرمایا اور جب اس کا مطالعہ مکمل کرلیا تو اس پر ایک طویل تبصرہ 7 قسطوں میں ماہنامہ "معارفِ رضا" میں شائع کیا اور یہ طویل ترین تبصرہ قارئین کو پسند آیا چنانچہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے بعنوان "کنزالایمان اور مقالہ شکیل اوج کا تقابلی جائزہ" شائع کیا۔

اب ملاحظہ کریں پروفیسر دلاور خاں صاحب کے وہ تمام مقالات جو سالنامہ، مجلّہ اور ماہنامہ میں شائع ہوتے رہے ہیں:

مقالات برائے معارفِ رضا (سالنامہ):

☆۔ فقہ حنفی کے اساسی قواعد اور فتاوٰی رضویہ، شمارہ مارچ تا مئی، 2005ء، ص121-130۔

☆۔فقیہتہ الامتہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور فتاوٰی رضویہ، شمارہ فروری تا اپریل، 2006ء، ص71-83۔

☆۔ انسدادِ گداگری کا تصور، افکارِ رضا کی روشنی میں، شمارہ فروری تااپریل، 2007ء، ص275-280۔
☆۔ تحقیقی مقالہ نویسی کا فن اور امام احمد رضا محدث حنفی، شمارہ جنوری تامارچ، 2008ء، ص152-156۔

مقالات برائے مجلہ امام احمد رضا کانفرنس:

☆۔ رضا میڈیکل ضابطہ اخلاق، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2008ء، ص71-81۔
☆۔ رضا کا اسلوب دعوت و اصلاح: چند پہلو، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2010ء، ص48-50۔
☆۔ مسلم اُمہ کی مرکزی عالمی سیاسی قیادت کا تصور اور امام احمد رضا، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2013ء، ص14۔
☆۔ 35ویں امام احمد رضا کانفرنس: موضوع، اہداف اور اطلاق مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2014ء، ص31-32۔
☆۔ تحقیقی مقالہ نویسی کا فن اور امام احمد رضا محدث حنفی علیہ الرحمہ، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2016ء ص43-46۔
☆۔ تکفیری فکر کا اصلاحی پہلو افکارِ رضا کی روشنی میں، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس2017ء، ص39-46۔

اداریے برائے معارفِ رضا (ماہنامہ):

☆۔ نگاہِ التفات [شمارے کے مشمولات ایک نظر میں]، شمارہ فروری، 2011ء، ص2۔
☆۔ نوید انقلاب [امام احمد رضا اور تعلیم کی اہمیت]، شمارہ اپریل2011ء، ص2۔
☆۔ سنی صحافت کے عصری تقاضے، شمارہ جولائی2011ء، ص2۔
☆۔ سُنی سرمایہ کاری کے امکانات اور اثرات، شمارہ اگست 2011ء، ص2۔
☆۔ امکان نظیر سے قادیانیت تک، شمارہ ستمبر2011ء، ص2۔
☆۔ "روشن کیں راہیں جس نے وہ چراغ ہم سے بچھڑ گیا" [عبد النعیم عزیزی اور رضویات]، شمارہ اکتوبر2011ء، ص2۔
☆۔ تحفظ ناموس رسالت [ممتاز حسین قادری کے ہاتھوں سلمان تاثیر کا قتل]، شمارہ نومبر2011ء، ص2۔
☆۔ دفاع پاکستان اور افکارِ رضا، شمارہ دسمبر2011ء، ص2۔
☆۔ قانون سے وفاداری [موجودہ حکمرانوں کی قانون شکنی]، شمارہ جنوری2012ء، ص2۔
☆۔ خلیفۂ وقت اور عدالت [موجودہ حکمرانوں کی طرف سے توہینِ عدالت]، شمارہ فروری، 2012ء، ص2۔
☆۔ معرفتِ توحید اور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، شمارہ مارچ، 2012، ص2۔
☆۔ عظمت مزدور، شمارہ مئی، 2012ء، ص2۔
☆۔ مذہبی عسکریت پسندی، شمارہ جون، 2012ء، ص2۔
☆۔ آزادیِ فکر کا دائرۂ کار اور امام احمد رضا، شمارہ جولائی، 2012ء، ص2۔
☆۔ رمضان اور ہماری ذمّے داری، شمارہ اگست، 2012ء، ص2۔
☆۔ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ اور رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد، شمارہ ستمبر، 2012ء، ص2۔
☆۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا [تحفظ ناموس رسالت]، شمارہ اکتوبر، 2012ء، ص2۔
☆۔ حج اور تصوف، شمارہ نومبر، 2012ء، ص2۔
☆۔ صداقت وایثار کی اساس، شمارہ دسمبر، 2012ء، ص3۔
☆۔ محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عصری تقاضے، شمارہ فروری، 2013ء، ص2۔
☆۔ تعلیماتِ سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی، شمارہ مارچ، 2013ء، ص2۔
☆۔ مسعودِ ملت اور استحکام اہلِ سنت، شمارہ اپریل، 2013ء، ص2-4۔
☆۔ صحابی ابنِ صحابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، شمارہ مئی، 2013ء، ص2- 7۔
☆۔ مسلم اُمہ کی مرکزی عالمی سیاسی قیادت کا تصور اور امام احمد رضا، شمارہ جون، 2013ء، ص2۔
☆۔ رمضان اور ہماری ذمّے داری، شمارہ جولائی، 2013ء، ص2۔
☆۔ عالمی کتب میلہ فروغِ رضویات کا زینہ ، شمارہ دسمبر، 2013ء، ص2۔
☆۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ افکار اور عصر حاضر، شمارہ فروری، 2014ء، ص2۔

☆۔ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، شمارہ مارچ، 2014ء، ص2۔
☆۔ مدینے سے اجمیر، شمارہ مئی، جون، 2014ء، ص11۔
☆۔ چائلڈ لیبر کا حل افکارِ رضا کی روشنی میں، شمارہ جولائی، 2014ء، ص2۔
☆۔ صدائے فلسطین اور عالمی بے حسی، شمارہ اگست، 2014ء، ص2۔
☆۔ قومی اسمبلی اور تحفظ ختمِ نبوت، شمارہ ستمبر، 2014ء، ص2۔
☆۔ عالمی یوم انسدادِ خودکشی، شمارہ اکتوبر، 2014ء، ص2۔
☆۔ صحابہ اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہما سے عقیدت کا مرکز؟، شمارہ نومبر، 2014ء، ص2۔
☆۔ 35ویں امام احمد رضا کانفرنس: موضوع، اہداف اور اطلاق، شمارہ دسمبر، 2014ء، ص2۔
☆۔ میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالمی تحریک، شمارہ جنوری، 2015ء، ص2۔
☆۔ گستاخانہ خاکے اور عالمی انتہا پسندی، شمارہ فروری، 2015ء، ص2۔
☆۔ علمائے اہلِ سنّت کی بصیرت کا روشن باب (قرار دادِ پاکستان)، شمارہ مارچ، 2015ء، ص2۔
☆۔ یمن کی خانہ جنگی اور مسلم امہ پر اس کے اثرات، شمارہ اپریل، 2015ء، ص3۔

مقالات برائے معارف رضا ماہنامہ:

☆۔ پتنگ بازی کی ہولناکی کا تدراک، افکار رضا کی روشنی میں، شمارہ مئی، 2006ء، ص31-33۔
☆۔ تحریک فتنہ انکار حدیث کے سدباب میں حامی سنت الشیخ احمد رضا خاں محدّث حنفی کا کردار، شمارہ ستمبر 2006ء، 22-33۔
☆۔ دیوانی شرعی عدالت کا قیام اور مفکر اسلام احمد رضا محدث حنفی، شمارہ اکتوبر، 2006ء، ص43-48۔
☆۔ قتل برائے غیرت اور امام احمد رضا محدث حنفی، شمارہ جون، 2007ء، ص30-34۔
☆۔ تحقیقی مقالہ نویسی کا فن اور امام احمد رضا محدث حنفی، شمارہ ستمبر، 2011ء، ص13-16۔
☆۔ رضا میڈیکل ضابطہ اخلاق، شمارہ دسمبر، 2009ء، ص41-45۔
☆۔ شرف ملت [مولانا عبدالحکیم شرف قادری] کا اسلوب نگارش، شمارہ نومبر، 2010ء، ص51-54۔
☆۔ "ذالک الکتاب" اور تحقیقات رضا، شمارہ اپریل، 2011ء، ص5-10۔
☆۔ پیشہ ورانہ مشاورت اور امام احمد رضا، شمارہ مئی، 2011ء، ص30-32۔
☆۔ اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ (ترتیب)، شمارہ جون، 2011ء، 6-27۔
☆۔ امکانِ نظیر سے قادیانیت تک، شمارہ ستمبر 2013ء، ص29-12۔
☆۔ تحفظ ختم نبوت میں مولانا احمد رضا خاں کی خدمات کا تحقیقی جائزہ (خاکہ برائے پی ایچ ڈی)، شمارہ ستمبر 2013ء، ص62۔
☆۔ پائیدار مفاہمتی عمل کے لیے پائیدار حکمتِ عملی کی تشکیل تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں، شمارہ جنوری، 2014ء، ص7۔
☆۔ علم وجوہ قرآن کے تناظر میں "دعا" کے مفہوم کا مطالعہ (پکارنا یا عبادت کرنا)، شمارہ اگست 2015ء، ص18-35۔
☆۔ علم وجوہ قرآن کے تناظر میں "دعا" کے مفہوم کا مطالعہ (پکارنا یا عبادت کرنا)، شمارہ ستمبر 2015ء، ص20-22۔
☆۔ مرتد اور شاتمِ رسول کی سزا کا تقابلی مطالعہ (فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں)، شمارہ مارچ 2016ء، ص32-40۔
☆۔ ممتاز قادری اور حصولِ انصاف کے قانونی تقاضے، شمارہ مئی 2016ء، ص25-44۔
☆۔ تکفیری نظریات کے آغاز و اصلاح کا مطالعہ (افکارِ رضا کی روشنی میں)، شمارہ اگست 2016ء، ص29-44۔
☆۔ خطبہ اجازہ کی جامعیت کا تجزیاتی مطالعہ، شمارہ ستمبر 2016ء، ص37-43۔
☆۔ آہ! نواسہ اعلیٰ حضرت "شہید اللہ خاں" رحمۃ اللہ علیہ، شمارہ دسمبر 2016ء، ص36-37۔
☆۔ اسلامی فلسفہ سائنس کی تشکیل میں پروفیسر سلیمان اشرف کا کردار، شمارہ مارچ 2017ء، ص33-38۔
☆۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ یا عرش پر مستوی تحقیقاتِ رضا کی روشنی میں، شمارہ جولائی 2017ء، ص43-55۔

☆۔ کنزالایمان کا مطالعہ بدائع معنوی کے تناظر میں، شمارہ فروری 2018ء، ص30-38۔

☆۔ کنزالایمان کا مطالعہ عقائد تنزیہیہ کے تناظر میں، شمارہ مارچ 2018ء، ص24-31۔

☆۔ قرآنی اسلوب خطاب اور کنزالایمان، شمارہ جون، 2018ء، ص36-47۔

☆۔ علامہ خوشتر اور اکابرین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، شمارہ جولائی 2018ء، ص24-31۔

☆۔ کنزالایمان کا مطالعہ مسلک تفویض کے تناظر میں، شمارہ اگست 2018ء، ص28-33۔

پروفیسر دلاور خاں کی تصنیفات:

☆ "کنزالایمان اور مقالہ شکیل اوج کا تقابلی جائزہ" (منتخب تراجم آیات کے تناظر میں)، 2013ء، کراچی۔

ڈاکٹر محمد حسن امام کی خدمات:

محمد حسن امام ولد محمد اسلام 1969ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ 1985ء میں میٹرک پاس کیا۔ 1987ء میں گورنمنٹ اسلامیہ کالج کراچی سے انٹر پاس کیا۔ 1988ء میں یونیورسٹی آف کراچی میں بی اے (آنرز) میں داخلہ لیا اور 1990ء میں بی اے آنرز کی سند حاصل کی۔ اور 1992ء میں ایم اے (اسلامک لرننگ) (Islamic Learning) کی سند حاصل کی۔ 1997ء میں پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد کی زیرِ نگرانی ایم فل لیڈنگ ٹو، پی۔ ایچ۔ ڈی میں داخلہ لیا۔ اور 2006ء میں پی ایچ ڈی کی سند (بعنوان: تحریک پاکستان میں خلفاء امام احمد رضا کا کردار 1920ء سے 1947ء تک) حاصل کی۔ تعلیمی اسفار اور بالخصوص پی ایچ ڈی کی سند کے حصول میں حسن امام صاحب کے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد نور امام مدنی کی شفقت و رہنمائی ابتداء سے آخر تک شاملِ حال رہی۔ ڈاکٹر محمد حسن امام صاحب کے اساتذہ کرام میں علامہ مفتی نصر اللہ خاں، علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی، علامہ سید محمد ریاض الدین سہر وردی، مفتی نورالامین، علامہ سید اعجاز الدین سہر وردی، پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری، پروفیسر سید رئیس احمد، مفتی سید محمد عمیم الاحسان، ڈاکٹر محمد شاکر علی، مفتی نواب نفیس قادری، سے علمی استفادہ حاصل کیا۔

ڈاکٹر محمد حسن امام صاحب 1993ء میں وفاقی اردو یونیورسٹی میں اعزازی استاد کی حیثیت سے تدریس فرائض انجام دینا شروع کیا اور مارچ 1995ء سے باقاعدہ وفاقی اردو یونیورسٹی میں تدریس فرائض بحیثیت لیکچرار مقرر ہوئے۔

2006ء میں وفاقی اردو یونیورسٹی میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے اور 2014ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر (Associate Professor) مقرر ہوئے اور تاحال وفاقی جامعہ اردو میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور ساتھ ہی شعبہ علوم اسلامی میں ایم فل۔ پی ایچ ڈی کے نگران کی حیثیت سے بھی کام کر رہے ہیں۔

2007ء میں علوم اسلامی شعبہ کی جانب سے پی ایچ ڈی کی تکمیل پر نشانِ امتیاز دیا گیا۔ اور 2007ء میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کی جانب سے گولڈ میڈل دیا گیا۔

2008ء میں ماہنامہ معارفِ رضا میں مشاورتی بورڈ میں شامل کیا گیا اور پھر 2010ء میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے ادارتی بورڈ میں شامل کیا گیا۔ اس وقت ادارہ میں بحیثیت سکریٹری نشرواشاعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر حسن امام کی زیر نگرانی چھ (6) پی ایچ ڈی کے مقالے اور چھ (6) ایم فل کے مقالے کو سند تفویض ہو چکی ہے۔ اور مزید 15/ ابھی پی ایچ ڈی کے طلبہ آپ کی زیرِ نگرانی اپنا تحقیقی کام کر رہے ہیں، اس کے علاوہ 4 ایم فل کے لیے مقالہ تیار کر رہے ہیں۔

اب ملاحظہ کریں وہ تمام مقالات کی فہرست جو سالنامہ، مجلّہ اور ماہنامہ میں شائع ہوتے رہے ہیں:

مقالات برائے معارفِ رضا (سالنامہ):

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی اور برِّصغیر کی سیاسی تحریکات، معارفِ رضا 2012ء، ص79-104۔

مقالات برائے مجلہ امام احمد رضا کانفرنس:

☆۔ تحریک آزادی میں علماء اہلِ سنّت کا حصہ، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، 2015ء، ص41-43۔

☆۔ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی افکار، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 2017ء، ص47-49۔

مقالات برائے معارف رضا ماہنامہ:

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [پہلی قسط]، شمارہ جنوری، 2012ء، ص30-35۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [دوسری قسط]، شمارہ فروری، 2012ء، ص36-43۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [تیسری قسط]، شمارہ مارچ، 2012ء، ص22-25۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [چوتھی قسط]، شمارہ اپریل، 2012ء، ص36-38۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [پانچویں قسط]، شمارہ مئی، 2012ء، ص10-13۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [چھٹی قسط]، شمارہ جون، 2012ء، ص18-21۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [ساتویں قسط]، شمارہ جولائی، 2012ء، ص15-33۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [آٹھویں قسط]، شمارہ اگست، 2012ء، ص19-34۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [نویں قسط]، شمارہ ستمبر، 2012ء، ص23-39۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [دسویں قسط]، شمارہ اکتوبر، 2012ء، ص18-25۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، [گیارہویں قسط]، شمارہ نومبر، 2012ء، ص25-40۔

☆۔ تحریک پاکستان میں مولانا شاہ احمد رضا، شمارہ دسمبر، 2012ء، ص16-19۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سانحۂ ارتحال اور اس کے متعلقات، شمارہ فروری 2013ء، ص14-28۔

☆۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور برِّصغیر کی تحریکاتِ باطلہ، شمارہ مارچ 2013ء، ص14-20۔

☆۔ کتاب الطہارۃ اور فتاویٰ رضویہ، شمارہ اگست 2013ء، ص18-20۔

☆۔ عہد رسالت میں امہات المومنین کے حجرات کا جائزہ، شمارہ اکتوبر 2013ء، ص34-39۔

☆۔ رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ سیرت و کردار کے آئینے میں، شمارہ جنوری 2014ء، ص21-24۔

☆۔ اسلامی قوانین میں حدیث کا مقام واہمیت، شمارہ اپریل، 2014ء، ص21-25۔

☆۔ تکریمِ انسانی اور قرآنِ کریم، شمارہ فروری، 2017ء، ص33-38۔

☆۔ تکریم انسانی اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شمارہ مئی، 2017ء، ص31-43۔

☆۔ سیرت طیبّہ اور رواداری قرآن و حدیث کی روشنی میں، شمارہ جون، 2017ء، ص48-54۔

☆۔ امام اعظم ابوحنیفہ علمی خدمات وخصوصیات، شمارہ اگست 2018ء، ص41-44۔

متفرق رسائل میں شائع شدہ مضامین کی فہرست:

☆۔ احمد رضا خاں بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات، وفاقین، تحقیقی مجلّہ برائے سماجی علوم، ششماہی، وفاقی جامعہ اردو، کراچی۔

☆۔ انسانی حقوق سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں، وفاقین، تحقیقی مجلّہ برائے سماجی علوم، ششماہی، وفاقی جامعہ اردو، کراچی۔

☆۔ پیغمبرِ اسلام اور امن وامان، جہانِ اولیاء، کراچی۔

☆۔ امام احمد رضا اور ان کے سیاسی افکار، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور۔

☆۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی اسفار، مجلّہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی۔

☆۔ کلامِ فرید میں تصوف کا رنگ ایک تحقیقی جائزہ، کارونجھر (تحقیقی جرنل)، جون ۲۰۱۸ء، وفاقی جامعہ اردو، کراچی۔

کتب کی فہرست:

☆۔ رواداری سیرت طیبہ کی روشنی میں۔
☆۔ مذاہبِ عالم کا تصورِ آخرت۔
☆۔ عہدِ رسالت میں امہات المومنین کے حجرات کا جائزہ۔
☆۔ برصغیر پاک وہند کی سیاست میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار۔
☆۔ تاریخ دعوت وعزیمت۔
☆۔ اصولِ دین۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی:

(سابق نائب صدر اوّل)

حافظ عبدالباری صدیقی صاحب ابن مولانا مفتی حافظ عبداللطیف ٹھٹھوی صاحب(م1993ء) ابن مولانا مفتی حافظ محمد حسن ٹھٹھوی(م1963ء) سندھ کے تاریخی شہر ٹھٹھہ میں 1944ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جدامجد سے حاصل کی اور پھر شہر کراچی کی عظیم درسگاہ "دارالعلوم امجدیہ" سے 1966ء میں دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ نے فاضل عربی کا امتحان بھی امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے جامعہ سندھ سے ایم۔اے اسلامک کلچر، ایم۔اے عربی اور ایم ایڈ کی اسناد بھی حاصل کیں۔ حافظ صاحب نے جامعہ سندھ ہی سے 1993ء میں امام احمد رضا کے حالات وافکار پر سندھی زبان میں مقالہ پیش کر کے ph.D کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ اس مقالہ کی تیاری میں آپ کے نگران پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری تھے جو جامعہ سندھ میں طویل تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد بحیثیت رئیس کلیہ معارف اسلامیہ چند سال قبل ریٹائر ہوگئے۔

ڈاکٹر حافظ عبدالباری صاحب نے کراچی کے ایک قدیم کالج جامعہ ملیہ جالج میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے شعبہ معارفِ اسلامیہ میں تدریسی خدمات انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ اعزازی طور پر دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر گوٹھ میں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اس دارلعلوم کے سابق مہتمم مولانا مفتی غلام محمد نعیمی(م1987ء) آپ ہی کے تلمیذ رشید تھے۔

حافظ صاحب کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی آٹھویں پشت مسلسل حافظ قرآن ہے اور دو بڑے بیٹے عالم دین بھی ہیں۔ حافظ صاحب کے اسلاف پچھلی چھ پشتوں سے ٹھٹھہ کی عظیم بادشاہی مسجد کے خطیب اور ٹھٹھہ کے شہر کے قاضی ومفتی کے فرائض انجام دیتے چلے آئے ہیں اور آج کل آپ کے بڑے صاحبزادے ٹھٹھہ کی بادشاہی مسجد کے خطیب اور شہر کے قاضی ومفتی ہیں۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صدیقی 1986ء سے ادارہ کے معاون ہیں۔ آپ نے اور 1986ء تا 1994ء ادارہ ہذا کے سیکریٹری اطلاعات کے فرائض انجام دیئے اور پھر 1994ء تا وصال ادارہ کے نائب صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے حافظ صاحب کو 1994ء میں Ph.D کی سند حاصل کرنے پر امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ دیا ساتھ ہی وثیقہ اعتراف کی سند پیش کی۔

آپ کی تدریسی مصروفیات کے باعث تحریر پر زیادہ توجہ نہ دے سکے البتہ آپ کا سندھی زبان کا Ph.D کا مقالہ بعنوان "حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی جاء حالات، افکار ۽ اصلاحی کارناما" ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے بتعاون پروفیسر ڈاکٹر غلام عباس قادری 2007ء میں شائع کیا تھا۔ آپ کا یہ سندھی مقالہ 800 صفحات پر مشتمل ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے 2007ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو میں امام احمد رضا کے حوالے سے ایک تقریب کا انعقاد ہوا تھا جس کی صدارت اس وقت کے وائس چانسلر جناب مظہر الحق صدیقی صاحب نے کی تھی اس موقع پر پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری صدیقی صاحب کی اس سندھی کتاب کی تقریب رونمائی بھی ہوئی تھی پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری صاحب نے اس موقع پر ایک کلیدی خطاب فرمایا تھا اور حافظ صاحب کی کاوش کو سراہا تھا۔

(جاری ہے۔۔۔۔۔)

کنزالایمان کا مطالعہ مسلک تاویل کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خاں

متشابہات سے متعلق سوادِ اعظم اہل سنت کے دو مسالک ہیں اوّل تفویض دوم تاویل۔ جمہور سلف اہلِ سنت کا مسلک تفویض ہے جبکہ خلف ومتاخرین کا مسلک تاویل ہے ان دونوں میں سے کسی بھی مسلک کے داعی کو جاہل، گمراہ اور غلط کہنا جائز نہیں جب کہ اس میں اول درجہ تفویض کو اور ثانوی درجہ تاویل کو حاصل ہے۔

تعریف تاویل:

امام ابو منصور ماتریدی، تاویل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور تاویل اسے کہتے ہیں کہ چند احتمالات سے کسی ایک کو یقین کے بغیر ترجیح دینا۔(۱)

مقاصد تاویل:

تاویل کے درج ذیل مقاصد ہیں:

(الف) متشابہات کو محکمات کے مطابق ڈھالنا۔

(ب) عوام کو تجسیم کے عقیدے سے محفوظ رکھنا۔

(ج) منکرین صفات الٰہی کو مدلل جواب دینا۔

(د) فرقہ مجسمہ کا دلائل کے ساتھ تعاقب کرنا۔

(ح) اہلِ سنّت اور معتزلہ کی تاویل میں حد فاصل قائم کرنا۔

اصول تاویل:

تاویل کے درج ذیل اصول ہیں:

* جو معنی مراد لیے گئے ہیں وہ احتمالی وظنی ہیں۔
* تاویلی معنی شانِ الوہیت کے لائق ہوں۔
* قطعی اور یقینی معنی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔
* جو معنی لیے گئے ہیں وہ دوسری نص سے ثابت ہوں۔
* تفویض درجہ اول تاویل ثانوی میں شامل ہے۔
* صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔
* ایسی تاویل جو ضروریاتِ دین، نصوص صریحہ وحدیث صحیحہ کے خلاف ہو ہرگز قابلِ قبول نہیں یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔

جواز تاویل:

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ مسلک جواز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے محکم ومتشابہ دو اقسام بیان فرما کر محکمات کو ھن ام الکتاب فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑیں ہیں اور ظاہر ہے کہ فروع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیت کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کا ٹھیک معیار ہمیں سُجادیا کہ وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جس سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال وباطل ومحال راہ نہ پائیں۔“(۲)

ضرورت واہمیت تاویل:

آپ مسلک تاویل کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متشابہات میں دو فرقہ ہائے باطلہ نکلے معطلہ ومشبہ، معطلہ جنہیں جہیمہ بھی کہتے ہیں یہ صفات متشابہات سے یکسر منکر ہو گئے۔۔۔ دوسری طرف انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ ومجسمہ بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے صاف صاف مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ہے، جسم ہے، جہت ہے، جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا، اترنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا سب خود ہی ثابت ہوگئے دونوں مردود فرقے ہوئے جنہیں قرآن عظیم نے ”فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ زَیۡغٌ“ (ان کے دِلوں میں زیغ ہے۔ ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا۔(۳)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ تاویل میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کے طبائع صرف اتنی بات پر شکل سے قناعت کریں گے کہ ان کے تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی حرص اور بڑھے گی۔ ان ابن ادم

لحریص علیٰ مامنع: (انسان کو جب جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔ ت) جب فکر کریں گے فتنہ میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے تو یہی مناسب ہے کہ ان کی افکار، ایک مناسب وملائم معنی کی طرف پھیر دیں جائیں کہ فتنہ و ضلال سے نجات پائیں یہ مسلک تاویل بہت سے علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام کے لیے اسے اختیار کیا ہے۔(۴)

مثالِ تاویل:

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ استوا کی مثالِ تاویل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اہلِ تاویل نے استوا کے چار معنی بیان کیے ہیں"۔

اول: استوا بمعنی قہر وغلبہ: یہ زبان عرب سے ثابت وپیدا ہے۔ عرش سب مخلوق سے اوپر اور اونچا ہے اس لیے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر قاہر وغالب۔

دوم: استوا بمعنی علو: علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت وسلطان یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب الاسماء الصفات میں ذکر فرمائے۔

سوم: استوا بمعنی قصد وارادہ: ثم استوایٰ علی العرش یعنی عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا کہ اس کی تخلیق شروع کی یہ تاویل امام اہلِ سنّت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔

چہارم: استوا بمعنی فراغ وتمامی کار: یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا اور آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو استوا بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے قال اللہ تعالیٰ: "وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰٓى" جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا اسی طرح قولہ تعالیٰ: "کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سوقہ" جیسے پورا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا (ت)۔(۵)

سواد اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تاویل کی مختلف جہات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس حقیقت کی طرف آتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسلک کا علمی اطلاق کنز الایمان میں کس طرح کیا اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(1)۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ(۶)

(1.1)۔ ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی۔

(1.2)۔ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

(1.3)۔ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔

(1.4)۔ ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ۔

اس آیت کا ظاہری مفہوم جو ان تراجم میں لیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ایسی صفت اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا صریح آیات کے خلاف ہے جیسے "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" مذکورہ بالا آیت متشابہات میں سے اس لیے اس آیت کا ترجمہ مسلک تاویل کے تحت ایسا کیا جائے کہ صریح آیت کے خلاف بھی نہ ہو اور محکمات کا موید بھی ہو۔

اس تناظر میں مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطالعہ کرتے ہیں کہ آیا یہ آیت محکمات میں سے یا متشابہات میں ہے۔ جب اس حقیقت کا تعین کر لیتے ہیں کہ اس آیت کا شمار متشابہات میں ہے اس کا ترجمہ کرنے کے لیے اہلِ سنّت کے دو مسالک ہیں مسلک تفویض، مسلک تاویل، دونوں مسالک اہلِ سنّت کے حق ہیں آپ یہاں مسلک تاویل کے تحت یوں ترجمہ کرتے ہیں۔ "ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں"

مذکورہ تراجم سے قاری یہ تاثر لے سکتا ہے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک تاویل کے تحت ایسے مرادی معنی لیے کہ اس گمراہ کن فکر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خط تنسیخ

کھینچ دیا۔ اور امتِ مسلمہ کی اس ترجمے کے ذریعے صحیح رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، اللہ کے مددگار نہیں ہوسکتے بلکہ وہ اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔

(2)۔يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔(۷)

مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ''يَدُ اللّٰهِ'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ید اللہ کے معنی ظاہر اگر پس تو اس کا ہاتھ مانا اور جب ہاتھ ہوا تو جسم بھی ہوا اور ہر جسم مرکب اور مرکب اپنے وجود میں اپنے ان اجزا کا محتاج ہے جن سے وہ مرکب ہے، جب تک وہ موجود نہ ہولیں یہ موجود نہیں ہوسکتا تو خدا کا محتاج ہونا لازم آیا اور ہر محتاج حادث اور کوئی حادث قدیم نہیں اور جو قدیم نہ ہو خدا نہیں ہوسکتا تو سرے سے الوہیت ہی کا انکار ہو گیا اس سے ثابت ہوا کہ ''يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ'' محکم نہیں متشابہ (۸)۔ آپ مسلک تفویض و تاویل کے تحت دعوت فکر دیتے ہیں کہ ''یَدُ'' و ''وجہ'' و ''عین'' و ''ساق'' و ''استوا'' و ''ایتان'' و ''نزول'' وغیرھا ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن۔(۹)

(3)۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔(۱۰)

(3.1)۔اس میں اپنی بے بہا چیز یعنی روح پھونک دی۔

(3.2)۔اور اس میں اپنی جان ڈال دوں

(3.3)۔اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں

ان تراجم میں بھی مترجمین نے مذکورہ آیت کو محکمات کے درجے میں رکھ کر صریح ترجمہ کر دیا جس سے وہم پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان (روح) کیسے ڈال دی۔ کیا وہ روح حادث تو نہیں۔ کیا روح اللہ تعالیٰ سے جدا ہوسکتی ہے۔ اسی لیے مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ آیت کو متشابہ کے درجے میں رکھتے ہوئے تاویلی و مرادی ترجمہ کرتے ہیں تاکہ مذکورہ تراجم سے اٹھنے والے تمام اعتراضات کا خاتمہ ممکن ہوسکے اور ترجمے میں شان تقدیس بھی برقرار رہے۔ آپ اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں''

اس ترجمہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان نہیں ڈالی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تخلیق شدہ ایک معزز روح پھونکی۔ جمل میں ہے ''من روحی من زائدة او تبعیضة ای نفخت فیه روحاهی بعض الارواح التی خلقها ای ادخلتها واجریتها''۔

''ومن روحی میں من زائدہ ہے یا تبعیضیہ ہے یعنی میں اس میں روح ڈال دوں جو میرے تخلیق شدہ ارواح کا بعض ہوگا۔(۱۱)

پس معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مسلک تاویل کی عکاسی کر رہا ہے اور دیگر تراجم پر اٹھنے والے خدشات کا مؤثر جواب بھی ہے۔

(5)۔ان ربك لبالمرصاد۔ (۱۲)

(5.1)۔بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں۔

(5.2)۔بے شک تیرا خداوند گھات میں رہتا ہے۔

(5.3)۔بے شک تمہارا پروردگار گھات میں ہے۔

(5.4)۔حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

اس آیت کا ترجمہ کرنے سے پہلے ضروری کہ اس حقیقت کا تعین کر لیا جائے کہ گویا یہ آیت محکمات میں سے ہے یا متشابہات میں سے ہے اگر اس تعین کا فہم مترجم ہو جاتا ہے تو اس کا ترجمہ کرنا آسان ہوگا۔ اس کے ادراک کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ''گھات'' کا فہم حاصل کیا جائے۔ گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض کے لیے چھپا بیٹھا ہو کہ جب وہ زد پر آئے تو اسی وقت اس پر حملہ کر دے۔ جس کے انتظار میں وہ بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کی کچھ خبر نہ ہو تاکہ اس کی خبر لینے کے لیے کون کہاں چھپا ہوا ہے انجام سے غافل، بے فکری کے ساتھ وہ اس مقام سے گزرتا ہے اور اچانک شکار ہو جاتا ہے۔ گھات کے اس مفہوم کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ پر ''گھات'' کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس کا کوئی معین مکان نہیں۔ نہ ہی وہ کسی

گزر گاہ میں بیٹھا ہے نہ وہ کسی کے انتظار میں ہے اور نہ ہی اسے کسی پر اچانک حملہ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ حاجت۔ اللہ تعالیٰ اپنے لامتناہی علم سے سرکشوں کی سرکشی کا بھرپور احاطہ کئے ہوئے ہے وہ ہر شے پر قادر ہے اس لیے اس آیت کا صریح ترجمہ "گھات" منسوب الی اللہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات پر محال ہے۔ یہی نہیں بلکہ درج ذیل آیات محکمات کے بھی خلاف ہے:

(الف)۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔(۱۳)

(ب)۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔(۱۴)

(ج)۔ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔(۱۵)

(د)۔ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔(۱۶)

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت کا تعلق محکمات میں سے نہیں اس لیے یہاں اس کا صریح ترجمہ نہیں ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مترجمین نے کیا ہے یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو محکمات کے درجے میں رکھنے کی بجائے متشابہات کے درجے میں رکھتے ہوئے مسلک تاویل کے تحت اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں"

یہ ترجمہ آیت محکمات کی عکاسی کرتا ہے تقدیس الٰہی کا مظہر بھی ہے اور مسلک تاویل کا موید بھی۔

(6)۔ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا۔(۱۷)

(6.1)۔ کہہ دے اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے۔

(6.2)۔ تو کہہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ۔

(6.3)۔ کہہ دو خدا بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے۔

(6.4)۔ اللہ بہت کرنے والا ہے مکر۔

(6.5)۔ ان سے کہو اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے۔

(7)۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۔(۱۸)

(7.1)۔ اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا مکر سب سے بہتر ہے۔

(7.2)۔(یعنی یہود قبل عیسیٰ کے بارے میں) آپ چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا۔

(7.3)۔ اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔

(7.4)۔ اور مکر کیا انہوں نے یعنی کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر مکر کرنے والا ہے۔

(8)۔ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۔(۱۹)

(8.1)۔ اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

(8.2)۔ اور وہ فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔

(8.3)۔ اُدھر تو وہ چال چل رہے تھے اور اِدھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔

(8.4)۔ اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ اور اللہ نیک مکر کرنے والا ہے۔

ان آیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے ان کا تعلق متشابہات سے ہے اس کا ترجمہ یا تو مسلک تفویض کے تحت ہونا چاہیے یا مسلک تاویل کے تحت۔ مگر مترجمین نے "مکر" کا صریح ترجمہ کر کے اسے اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا جو آیات محکمات کے بالکل خلاف بھی اور تحریف معنوی بھی۔ اس لیے مذکورہ تراجم فرقہ مجسمہ کے ترجمان تو ہو سکتے ہیں مگر سوادِ اعظم اہل سنّت کے نہیں ہو سکتے۔

اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اس آیات کو متشابہات کے درجے میں رکھتے ہیں اور ان کا ترجمہ مسلک تفویض کی بجائے مسلک تاویل کے تحت کرتے ہیں تاکہ عوام کو فرقہ مجسمہ کی گمراہی سے محفوظ رکھا جائے۔ آپ کے سامنے "مکر" کے تمام احتمالات موجود تھے آپ نے اس کی ایسی تاویل کی جو اللہ تعالیٰ کی شان کی عکاس ہے۔

✧۔ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا۔

✧۔ فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔

✧ ۔وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔
✧ ۔اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر والا ہے۔
✧ ۔وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔
✧ ۔وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

آپ نے اپنے ترجمے میں دیگر مترجمین کی طرح حیلہ، داؤ، فریب، چال اور مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی بلکہ آپ نے مکر کی تاویل "خفیہ تدبیر" اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جس کی تائید دیگر تفاسیر کے ساتھ ساتھ تفسیر جلالین سے بھی ہوتی ہے۔

"ویمکر اللہ بھم تدبیر"
اللہ کے مکر سے مراد تدبیر ہے۔

آپ نے ان آیات کا ایسا ترجمہ کرکے نہ صرف امت مسلمہ کو فرقہ مجسمہ کے گمراہ کن اثرات سے محفوظ رکھا بلکہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تاویل کا بھی حق ادا کر دیا۔

نتیجہ: اس تحقیق سے یہ نتائج برآمد ہوکے ہیں:

* مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کرتے وقت آیات محکمات اور متشابہات کا لحاظ رکھتے ہیں۔
* متشابہات کا صریح ترجمہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔
* محکمات میں تاویل کے قائل نہیں۔
* متشابہات کا ترجمہ کرتے وقت اول درجہ میں مسلک تفویض اور درجہ ثانوی میں مسلک تاویل پیشِ نظر رکھتے ہیں۔
* آپ متشابہات کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ انہیں محکمات کی تائید حاصل ہو۔
* آپ تاویل کو درجہ یقینی کی بجائے درجہ ظن میں شمار کرتے ہیں۔
* تاویل کے ذریعے تطبیق الآیات کا بھی فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔
* تاویل کے ذریعے تقدیس الٰہی کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔
* تاویل کے ذریعے مجسمہ اور مشبہہ فرقوں کے عقائد کی اصلاح کی گئی ہے۔
* زیرِ مطالعہ تراجم پر اٹھنے والے تمام اعتراضات کا علمی و تحقیقی انداز میں جواب دیا گیا ہے۔
* کنزالایمان سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے مسلک تاویل کا مؤید ہے۔
* آیات کے تراجم کو مستند مفسرین کے اقوال کی تائید حاصل ہے۔

مصادر و مراجع:

(۱)۔ محمد حنیف رضوی، مولانا، جامع الاحادیث، جلد 8، ص 5، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور۔
(۲)۔ احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۲۴، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
(۳)۔ نفس مصدر سابق، ص ۱۳۷۔
(۴)۔ نفس مصدر سابق، ص ۱۲۴۔
(۵)۔ نفس مصدر سابق، ص ۱۲۶۔
(۶)۔ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۵۲۔
(۷)۔ سُوْرَةُ الْفَتْح، آیت ۱۰۔
(۸)۔ مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند، الملفوظ معروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۵۱۳، مکتبہ المدینہ، دعوتِ اسلامی، کراچی۔
(۹)۔ احمد رضا خاں، امام، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص ۱۷۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔
(۱۰)۔ سُوْرَةُ الْحِجْر، آیت ۲۹۔
(۱۱)۔ عبد الرزاق بھترالوی، مولانا، تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان، ص ۲۱۱، مطبوعہ ضیاء العلوم پبلیکیشنز، راولپنڈی۔
(۱۲)۔ سُوْرَةُ الْفَجْر، آیت ۱۴۔
(۱۳)۔ سُوْرَةُ الْبَقَرَة، آیت ۲۰۔
(۱۴)۔ سُوْرَةُ قٓ، آیت ۱۶۔
(۱۵)۔ سُوْرَةُ الْمَآئِدَة، آیت ۹۷۔
(۱۶)۔ سُوْرَةُ التَّوْبَة، آیت ۷۸۔
(۱۷)۔ سُوْرَةُ يُوْنُس، آیت ۲۱۔
(۱۸)۔ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۵۴۔
(۱۹)۔ سُوْرَةُ الْاَنْفَال، آیت ۳۰۔

ممتاز شخصیات کے پیغامات کی روشنی میں تعارف اعلیٰ حضرت

(1986ء تاحال سالانہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس سے ممتاز شخصیات کے پیغامات سے اقتباسات)

قسط دوم

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ساتواں مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1992 / 1413ھ:

پہلی انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کے بعد ایک بڑا سانحہ پیش آیا اور ادارہ کے بانی و تاحیات صدر محترم المقام مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ اچانک دل کا دورہ پڑنے کے باعث کراچی میں اسلام آباد جاتے ہوئے 3/جنوری 1992ء کو وصال فرماگئے۔ راقم اور محترم جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری حضرت کی میت کو لینے اسلام آباد گئے احقر اور وجاہت صاحب نے سید صاحب کو غسل و کفن دیا اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا اسلام آباد برانچ واقع کے سامنے ہی آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں کئی وزراء اور سفراء سمیت اسلام آباد کی کئی اہم علمی شخصیات اور بڑی تعداد میں علماء و مشائخ اہلِ سنّت شامل تھے۔ اس کے بعد رات کو جنازہ کراچی لایا گیا اور ان کے گھر کے قریب گھر والوں نے نمازِ جنازہ ادا کی اور سخی حسن کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ سید صاحب کے وصال کے بعد ادارہ کے نائب صدر جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کو ادارہ کی مجلس عاملہ نے اتفاقِ رائے سے صدر منتخب کرلیا اور ان کی صدارت میں 1992ء کی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد 20/اگست 1992ء کو ہوا۔ یہ کانفرنس تاج محل ہوٹل کراچی میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب مولانا عبدالستار خاں نیازی کی صدارت میں منعقد ہوئی اور اس وقت کے وزیر دفاع حکومتِ پاکستان جناب سید غوث علی شاہ مہمانِ خصوصی تھے۔ اس کانفرنس میں جناب وجاہت رسول قادری صاحب نے پہلی مرتبہ خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور مجلہ امام احمد رضا میں پہلی دفعہ سخن ہائے گفتنی بھی تحریر فرمایا۔ جب کہ اس کانفرنس کی نظامت راقم نے ادا کی۔ جناب صاحبزادہ وجاہت رسول قادری نے اپنے اس پہلے اداریہ میں بعنوان سخن ہائے گفتنی میں سید ریاست علی قادری کو جو خراج تحسین پیش کیا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''آج ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی صورت میں جو ثمر دار درخت نظر آرہا ہے وہ سید صاحب مرحوم و مغفور کی ہی پرخلوص جدوجہد اور کاوش کا نتیجہ ہے۔ 3/جنوری 1992ء کو سید صاحب کی اس دارِ فانی سے رحلت اگرچہ ادارہ کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی شاید مدتوں نہ ہوسکے لیکن ادارہ ھٰذا کی صورت میں ان کا نام انشاء اللہ ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ سید صاحب کا تعلق اس گروہ اصفیا سے ہے جن کا مسلک عشق و محبت ہے، وہ اگرچہ آج ہم میں نہیں ہیں لیکن ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کی صدارت میں ان کے جلائے ہوئے اس چراغ سے ہم کسب فیض کرتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ آج یقیناً سید صاحب کی روح اس کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر اور ''مشن رضا'' کے فروغ کو دیکھ کر مسرور و شاداں ہوگی۔

(سخن ہائے گفتنی، از وجاہت رسول قادری، مجلّہ 1992ء، ص 51)

اس مجلّہ 1992ء میں جن مقتدر شخصیات نے کانفرنس کے موقع پر اپنے پیغامات ارسال کئے ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے:

(۱)۔ سید غوث علی شاہ، وزیر دفاع حکومتِ پاکستان۔
(۲)۔ مولانا عبدالستار خان نیازی، وزیر مذہبی امور حکومتِ پاکستان۔

(۳)۔ جناب چودھری امیر حسین، وفاقی وزیر برائے پارلیمانٹری امور۔
(۴)۔ چیف الیکشن کمشنر جناب جسٹس (ر) نعیم الدین صاحب۔
(۵)۔ ڈپٹی اسپیکر نیشنل اسمبلی جناب حاجی محمد نواز کھوکھر صاحب۔
(۶)۔ وفاقی سیکریٹری مذہبی امور جناب مظہر رفیع صاحب۔
(۷)۔ حضرت محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ، انڈیا۔
(۸)۔ پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد چیئرمین شعبہ عربی جامعہ کراچی۔
(۹)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد شمس الدین چیئرمین شعبہ ابلاغ عامہ جامعہ کراچی۔
(۱۰)۔ پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی چیئرمین شعبہ اردو، جامعہ کراچی۔

پروفیسر محمد شمس الدین چیئرمین شعبہ ابلاغ عامہ اپنے پیغام میں امام احمد رضا کا جہاد بالقلم ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا نے اندرونی وبیرونی باطل پرست تحریکوں، دورِ جدید کی گمراہیوں، معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور غلط رسم ورواج کے خلاف فقیہانہ و مجددانہ شان سے جہاد بالقلم کیا۔ آپ نے ملحدانہ افکار و نظریات اور اسلام دشمن سازشوں کو بے نقاب کرکے مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کی تاکید کی۔ آپ نے مسلسل جدوجہد کرکے اسلامی اصول اور ضوابط اور شعائر مذہب وملت کی حفاظت کا گرانقدر فریضہ انجام دیا۔''

آگے چل کر مزید جہاد بالقلم کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا نے اپنی پوری زندگی میں جہاد بالقلم بغیر مصلحت کے کیا۔ وہ جس طرح خود مجسم صداقت تھے اسی طرح پوری امتِ مسلمہ کو سچائی کا آئینہ دکھانے میں کبھی عار محسوس نہیں کیا۔ وقت اور مصلحت سے بالاتر ان کی ذاتی جدوجہد بلارکاوٹ آگے بڑھتی رہی۔ آج یہ امر باعث اطمینان ہے کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے ساتھ ان کے مشن کو بھی آگے بڑھانے کے لیے بھرپور خلوص کے ساتھ مصروف عمل ہے۔

(پیغام مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، 1992ء، ص21)

پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی صدر شعبہ اردو جامعہ کراچی اپنے مختصر پیغام میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''میں نے گذشتہ کانفرنس کا مجلہ بھی دیکھا ہے۔ آپ لوگ علامہ مرحوم کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر جس طرح کام کررہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ایک معتبر عالمِ دین، فقیہہ، شاعر اور دانشور تھے۔ ان کی فکر کے مختلف پہلوؤں اور ان کے کارناموں کی مختلف جہتوں پر ابھی بہت کچھ کیا جانا باقی ہے۔''

(پیغام، از ڈاکٹر یونس حسنی، مجلّہ 1992ء، ص22)

جامعہ کراچی کے شعبہ عربی کے ایک سینئر استاد اور صدر شعبہ جناب پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد جالبی نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کو اپنے دور کا عبقری اور مجدد قرار دیا آپ لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عبقری، مجتہد اور مجدد تھے۔ آپ کو تمام مروجہ آداب لسانیہ، فنون دینیہ اور علوم عقلیہ پر عبور تام حاصل تھا۔ بعض علوم جدیدہ میں ایسا کمال حاصل تھا کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ بھی اہم اور پیچیدہ مسائل میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم جیسی علمی شخصیت نے بھی ریاضیات کی بعض پیچیدہ گتھیاں آپ کے تعاون سے سلجھائی ہیں۔''

آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں:

''گو آپ آج ہم میں نہیں لیکن اپنی تعلیمات و تصنیفات، اپنے ارشد تلامذہ اور نامور خلفاء اور ان کے لائق و فائق جانشینوں کے ذریعہ جو علم وفضل اور ہدایت کی قندیلیں

آپ روشن کر گئے ہیں وہ آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور آئندہ بھی مینارۂ نور ثابت ہوں گی۔

(پیغام از پروفیسر جمیل احمد، مجلّہ 1992ء، ص19)

آٹھواں مجلّہ کانفرنس 1993ء:

اس سال کے مجلّہ میں صدر ادارہ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب نے اداریہ میں مستقبل کے پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے ادارہ کو فروغ دینے کے لیے کئی مربوط پروگرام ترتیب دئے جو اس مجلّہ کے ص13 پر درج ہیں، اس سال کانفرنس کے موقع پر 6 کتابوں کی اشاعت کا بھی ذکر کیا اور سب سے اہم ادارے کے حوالے سے آپ نے دو باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے یہ بتایا کہ ادارہ کے سیکریٹری جنرل جناب مجید اللہ قادری نے کنزالایمان پر Ph.D کرکے نہ صرف ادارہ کی جانب سے اولیت حاصل کی بلکہ پورے پاکستان میں اردو زبان میں امام احمد رضا پر Ph.D کرنے والے پہلے پاکستانی اسکالر بن گئے جب کہ اس سال مولانا حافظ عبد الباری صدیقی صاحب نے جامعہ سندھ سے امام احمد رضا پر سندھی زبان میں Ph.D کا مقالہ لکھ کر سندھی زبان میں امام احمد رضا پر Ph.D کرنے والے پہلے سندھی اسکالر بن گئے اور یہ دونوں اعزاز ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو حاصل ہوئے۔ آپ نے 13 سالوں کی کارکردگی کو ادارے کی تاریخی کامیابی قرار دی۔

اس سال کانفرنس کے موقع پر جن شخصیات کے پیغامات موصول ہوئے ان میں سب سے اہم پیغام اس وقت کے صدرِ پاکستان محترم جناب محمد اسحاق خاں کا پیغام تھا جس میں آپ نے امام احمد رضا کو ایک نابغہ روزگار شخصیت قرار دیا آپ اپنے پیغام میں رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اپنے دور کے ایک نابغہ روزگار عالم وفاضل تھے۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے علمی وسیاسی ناگفتہ بہ حالت کو سنوارنے کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو بروئے کار لاکر آزادی کے لیے علمی و قلمی جہاد کیا۔ انہوں نے مسلمانوں میں ایسی بیداری پیدا کی جس سے انہیں برصغیر میں اپنے مخالفین پر فتح نصیب ہوئی اور مسلمان برصغیر میں ایک آزاد مملکت خداداد پاکستان کے امین ہوئے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1993ء، ص15)

اس سال صدرِ پاکستان کے ساتھ ساتھ اس وقت کے وزیراعظم جناب محمد نواز شریف صاحب کا بھی پیغام موصول ہوا جس میں آپ نے امام احمد رضا خاں کو ایک ہمہ جہت شخصیت قرار دیا آپ نے اپنے پیغام میں کہا:

"یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ انہوں نے دین حنیف کی خدمت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کردیا لیکن اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچا اور پکا عشق ان کا طرہ امتیاز رہا۔" (مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1993ء، ص16)

اس کے علاوہ جن اہم شخصیات کے پیغامات وصول ہوئے ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے:

(۱)۔ جسٹس میر ہزار خاں کھوسو، چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت، (۲)۔ جناب جسٹس محمد محبوب احمد، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ، (۳)۔ حکیم محمد سعید صاحب، ہمدرد فاؤنڈیشن، (۴)۔ ڈاکٹر مفتی علامہ سید شجاعت علی قادری، ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، (۵)۔ پروفیسر ڈاکٹر سید ارتفاق علی، شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی، (۶)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد شمس الدین چیئرمین شعبہ ابلاغ عامہ، (۷)۔ پروفیسر شمیم احمد صاحب، چیئرمین شعبہ سائیکلوجی، جامعہ کراچی، (۸)۔ پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی، صدر شعبہ اردو، بریلی کالج، انڈیا۔

محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر وسیم بریلوی نے اپنے پیغام میں اس تعجب کا اظہار کیا کہ امام احمد رضا کو اردو ادب میں دیگر ادیبوں کے برابر مقام کیوں نہیں دیا گیا جب کہ انہوں نے اردو نثر کو عہد قدیم کے معتبر علوم کی طرح علوم جدیدہ سے جوڑا تھا آپ رقمطراز ہیں:

''عہد سرسید اردو نثر کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ اس عہد کی اردو نثر کی داستانوں کو رومان انگیز قصّوں سے نکال کر زمینی وسائل سے جوڑا گیا۔ خاص طور سے اردو نثر کو عقلیت کا آئینہ دار بنانے کی کوشش رہی۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''سرسید کا تہذیب الاخلاق خود اس مشن کا بڑا محرک تھا۔ مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ جس عہد میں سرسید، حالی، شبلی، محمد حسین آزاد اور نذیر احمد اپنی عہد آفرین کوششوں سے اردو نثر کو انگریزی ادب کے اثرات کے تحت زیادہ سے زیادہ مطابق دستور زمانہ بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے اسی عہد میں حضرت امام احمد رضا خاں صاحب دینی و روحانی فیوض وبرکات کی خوشبو پھیلانے کے ساتھ ساتھ اردو نثر کو عہد قدیم کے معتبر علوم کی طرح علوم جدیدہ سے بھی جوڑ رہے تھے، اور علم ریاضی سے لے کر علم مابعد الطبیعات، اجرام فلکی، نجوم اور سائنس کے انمول انکشافات کا ترجمان بنا رہے تھے اس پر کسی کی نظر کیوں نہ گئی اور اردو نثر کی تاریخ ان کے نام پر اتنی خاموش کیوں نظر آتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ نظریاتی طور پر ان سے اختلاف رکھنے والوں نے ان کی ادبی ولسانی کوششوں کو محض اس لیے فراموش کیا کہ ان کی عبقری شخصیت سے خائف ہوں؟

اپنے پیغام کے آخر میں انہوں نے ادارہ کی کارکردگی کی پذیرائی کے ساتھ یہ امید باندھی کہ مستقبل میں اردو ادب میں محققین امام احمد رضا کو ان کا صحیح مقام دلوائیں گے، آپ رقمطراز ہیں:

''ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی اور اس کے اراکین و سرپرست گان قابل مبارکباد ہیں کہ اس نے گذشتہ 13 سالوں میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے علمی وادبی خزانوں سے گہرہائے گرانمایہ قلم قرطاس کی حفاظت میں دے کر علم وادب کے جوہریوں کے لیے کام آسان کردیا ہے امید ہے کہ آج کے دور کے اردو ادب ولسانیات کے محققین اس سے استفادہ کرتے ہوئے ماضی کی فروگذاشت کا نہ صرف کفارہ ادا کرسکیں گے بلکہ اردو شعر وادب کے عظیم محسن حضرت امام احمد رضا بریلوی کو ان کا صحیح مقام بھی دیں گے''۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1993ء، ص25)

جامعہ کراچی کے شعبہ نفسیات کے صدر پروفیسر شمیم احمد صاحب نے اگرچہ بہت مختصر پیغام بھجوایا مگر بہت ہی جامع پیغام تھا آپ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور علمی کارناموں پر تبصرہ کرنا تو میرا منصب نہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس دور پر فتن میں اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر عمل کرکے مسلمانانِ عالم دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرکے خلیفة الله فی الارض کی عملی تفسیر بن سکتے ہیں''۔(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1993ء، ص23)

نواں مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1994ء:

اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ اس سال سندھ اور بلوچستان کے اسکالرز کو امام احمد رضا کانفرنس میں مدعو کیا گیا اس سال کانفرنس کی صدارت جناب میر عبدالجبار خاں صاحب کررہے تھے جن کا تعلق بلوچستان سے تھا اور وہ اس وقت سینٹ آف پاکستان کے ڈپٹی چیئرمین بھی تھے جب کہ سندھ کی ایک معروف علمی شخصیت اور سابق ڈائریکٹر ہجرہ کونسل پاکستان جناب پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے۔ یہ کانفرنس 21/ جولائی کو کراچی کے معروف ہوٹل آواری ٹاور میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں سندھ کے معروف پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق ابڑو، پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو اور مولانا محمد اصغر درس نے مقالات پیش کیے جب کہ بلوجستان سے ناظم تعلیماتِ حکومت بلوچستان کے پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

صاحب نے امام احمد رضا کی تعلیمات کے حوالے سے مقالہ پیش کیا اس موقع پر جن اہم شخصیات نے پیغامات ارسال کئے ان کے اسماء ملاحظہ کریں:

(۱)۔ سید یوسف رضا گیلانی اسپیکر قومی اسمبلی، (۲)۔ جناب محمود ھارون گورنر سندھ، (۳)۔ جناب سید عبد اللہ شاہ وزیر اعلیٰ سندھ، (۴)۔ ڈاکٹر ارشاد علی سومرو شیخ الجامعہ، جامعہ سندھ ایگری کلچر، (۵)۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید میمن شیخ الجامعہ جامعہ شاہ عبد اللطیف، (۶)۔ پروفیسر ڈاکٹر عزیز النسأ، چیئرمین شعبہ مسلم ہسٹری، جامعہ سندھ، (۷)۔ جناب مجید نظامی ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت۔

گورنر سندھ، جناب محمود احمد ھارون نے اپنے پیغام میں کہا:

"14ویں صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند میں حضرت امام احمد رضا کی صدارت میں ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا جس نے نہ صرف فقہِ اسلامی کی خدمت کے ذریعے مسلمانوں کے دینی شعور کو پختہ کیا بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعہ مسلمانانِ ہند کے سینوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ایسی تڑپ پیدا کی جو ملّت کے تشخص کے تحفّظ میں کام آئی۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص 11)

سندھ کے وزیر اعلیٰ جناب سید عبد اللہ شاہ نے انگریزی میں پیغام بھیجا جس میں امام احمد رضا کے زمانے کو تاریخ کا گولڈن زمانہ قرار دیا آپ نے لکھا:

"The Services rendered by Allama Ahmed Raza Particularly in projection of Islamic teachings in and outside the Sub-continent is a golden chapter of our history and would indeed serve as beacon of light for our future generations.

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص 12)

سندھ ایگریکلچر یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر ارشاد علی سومرو نے بھی انگریزی میں پیغام ارسال کیا تھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جس میں آپ نے امام احمد رضا کی شخصیت کو Dynamic شخصیت قرار دیا آپ رقمطراز ہیں:

Imam Sahib was a distinguished religious scholar and a dynamic personality. His mission was to bring the revival of Islamic spirit in the muslims of Indian sub-continent in the time when their national identity, cultural heritage and the religious awareness was almost degenerating under the heavy influence of westernized Education during the British rule.

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص 13)

شاہ عبد اللطیف یونیورسٹی خیرپور سندھ کے وائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید میمن نے بھی انگریزی پیغام بھیجا جس میں امام احمد رضا کو انیسوی، بیسوی صدی عیسوی کا عبقری قرار دیا آپ نے لکھا:

"Imam Ahmed Raza, the great scholar, saint, faqih, intellectual of 19th/20th century was writer of over 1000 books on more than 70 subjects of Islamic teaching and new and old sciences. He also played a vital role in the teaching of Islam in this subcontinent.

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص 14)

مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1994ء میں ڈائیریکٹر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور کے ڈائریکٹر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے فتاویٰ رضویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا احمد رضا نے عام مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سرانجام دینے کے آسان پیرائے میں فتاویٰ لکھے چنانچہ جالندھری صاحب رقمطراز ہیں:

"مولانا احمد رضا نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم ورواج اور عرف وعادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضاء مخلوق پر مقدم رکھے اور فتنہ وفساد سے بچے اور انسانی قلوب کی مدارات ومراعات کے لیے غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص 27)

سابق ایڈیٹر ہفتہ روزہ اعتصام، لاہور کے محمد اسحاق بھٹی نے فتاویٰ رضویہ کو ایک عظیم فقہی ذخیرہ قرار دیا اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں:

"یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ علم فقہ سے متعلق انتہائی گہری اور دقیق نظر رکھتے تھے۔ اس فن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو درک وفطانت کی نعمت فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے چھوٹی عمر ہی سے فتویٰ نویسی کا سلسلہ شروع کردیا تھا جو زندگی کے آخری لمحات تک ان کی دلچسپی کا مرکز رہا، مختلف ممالک و اطراف سے سینکڑوں استفتاء آتے جن کا جواب نہایت ہی تحقیق سے لکھتے فتویٰ کو مدلل فرماتے ہوئے کتب فقہ کی عبارتوں کی عبارتیں بلا تکلف لکھتے چلے جاتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ماخذ کتب انہیں ازبر تھیں، اگرچہ آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقلد تھے لیکن دیگر تمام آئمہ فقہ کے افکار و نظریات سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے ان کے مطالعہ کے حدود بہت وسیع تھیں جس کی وجہ سے وہ نہایت ہی آسانی سے مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص33)

مولانا کوثر نیازی صاحب نے 1993ء میں اسلام آباد کی امام احمد رضا کانفرنس میں صدارتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ایک جامع مقالہ بھی پیش کیا جس کا عنوان تھا: "امام العلماء امام ابوحنیفہ ثانی" اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے امام احمد رضا کو امام ابوحنیفہ ثانی فرمایا تھا۔

فقہ حنفیہ میں ہندوستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں۔ ان میں سے ایک "فتاویٰ عالمگیریہ" ہے جو دراصل 40 علماء کی مشترکہ خدمت ہے جنہوں نے فقہ حنفیہ کا ایک جامعہ مجموعہ ترتیب دیا دوسرا "فتاویٰ رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام 40 علما نے مل کر انجام دیا وہ اس مردِ مجاہد (امام احمد رضا) نے تنہا کرکے دکھایا اور یہ مجموعہ فتاویٰ عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے جو آپ کو امام ابوحنیفہ ثانی کہا یہ صرف محبت میں یا عقیدت میں نہیں کہا ہے بلکہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے ابوحنیفہ ہیں۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی جانب سے جو کتابیں بشمول فتاویٰ رضویہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کی ہیں میں ان تمام کتب کی فوٹو کاپی کرواکر اپنے ساتھیوں کو دوں گا تاکہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور پھر اسلامی نظریاتی کونسل میں جو مسائل زیر بحث ہیں ان کو ہم آپ کے علم کے نور سے حل کرسکیں۔ (مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1994ء، ص50)

دسواں مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1995ء:

اس سال سالانہ کانفرنس کا انعقاد 28/ ستمبر 1995ء کو ہالی ڈے ان کراؤن پلازہ میں ہوا تھا جس کی صدارت افغانستان کی پہلی عبوری حکومت میں وہاں کے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی نصر اللہ قادری افغانی نے فرمائی تھی جب کہ جسٹس (ر) نعیم الدین صاحب اس میں مہمانِ خصوصی تھے۔

اس سال کانفرنس کے موقع پر جن شخصیات نے پیغامات مجلّہ کے لیے ارسال کیے ان میں مندرجہ ذیل حضرات کے پیغامات شامل ہوئے:

(۱)۔ محترم جناب وسیم سجاد صاحب، چیئرمین سینٹ پاکستان، (۲)۔جناب میر عبدالجبار ڈپٹی چیئرمین سینٹ پاکستان، (۳)۔ جناب سید خورشید احمد شاہ، وفاقی وزیر تعلیم ومذہبی امور، (۴)۔جناب حکیم محمد سعید صاحب ہمدرد پاکستان، (۵)۔پروفیسر ڈاکٹر عبدالوھاب شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی، (۶)۔پروفیسر عبدالحمید میمن وائس چانسلر شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، (۷)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مقبول ڈائریکٹر نیشنل نیوٹولوجیکل ریسرچ سینٹر، کراچی۔

محترم جناب وسیم سجاد صاحب نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی تعلیمات کو ایک فکری انقلاب قرار دیا۔ آپ رقمطراز ہیں:

"امام احمد رضا ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے تقریباً ایک صدی قبل مسلمانانِ برصغیر کے لیے خصوصاً اور پورے عالم اسلام کے لیے عموماً ایک فکری انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے اپنی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی عمل کے لیے شکست خوردہ اور مایوسی و ناامیدی کی شکار ملت اسلامیہ کو ایک ولولہ تازہ دیا اور حُبِّ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایمان وایقان کی بنیاد قرار دیتے ہوئے روحانیت کی نئی کیفیتوں سے ہمکنار کیا۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1995ء، پیغام، ص9)

محترم جناب سید خورشید شاہ نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو ایک قد آور شخصیت قرار دیا آپ لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں برصغیر پاک و ہند کی ایک بہت بڑی قد آور شخصیت تھے جنہوں نے مسلمانانِ برصغیر کی راست سمت کی جانب اس وقت قیادت کی جب مسلمانوں پر ہر طرف سے دشمنانِ اسلام زبان طعن دراز کیے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے لوگوں کو اخلاق محمدی اور تعلیماتِ مصطفویٰ کی روشنی میں للکارا اور حُبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم اس قدر بلند کیا کہ برصغیر کے گوشے گوشے سے "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صدائے دل آویز آنے لگی"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1995ء، پیغام، ص11)

محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد مقبول صاحب نے انگریزی میں پیغام ارسال کیا تھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جس میں انہوں نے امام احمد رضا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا:

"It is hearting to know that "IDARA-I-TAHQEEQAT-E-IMAM AHMAD RAZA" is organizing a conference to commemorate the contribution and the achievements of the multi dimensional personality of Islam of the 19th century Alla Hazrat aimam Ahmad Khan Al-Afghani Al-Hindi, the great lover of prophet Muhammad (Peace be upon him), great scholar, poet, great thinker of Islam, saint and Faqih. His preachings for Islam in the light of Quran and Sunnat Played a treat role in uniting the Muslims of the sub continent in those time and provided motivation for the great struggle of freedom movement.

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1995ء، پیغام، ص16)

گیارواں مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1996ء:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے ماتحت 16ویں امام احمد رضا کانفرنس 27/جون 1996ء کو ہوٹل ہالی ڈے ان کراؤن پلازہ کراچی میں منعقد ہوئی جب کہ اسلام آباد میں بھی سالانہ کانفرنس کا انعقاد اسلام آباد ہوٹل میں ہوا جس کی صدارت انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائریکٹر ملک معراج خالد صاحب نے فرمائی جب کہ مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین ممتاز ادیب وشاعر جناب افتخار عارف صاحب تھے۔ جناب ملک معراج خالد صاحب نے صدراتی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"حضرت امام احمد رضا نے تحریکِ پاکستان کی تحریکی وفکری بنیادیں تیار کیں۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے معاشرتی تمدن کو فاضل بریلوی کے بنائے اصولوں پر چل کر ہی قائم کیا۔ ان کی تعلیمات کی بدولت ہمیں آزاد اسلامی خطہ میسر آیا اور آج، استحکام پاکستان کے لیے امام احمد رضا کی قربانیوں سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اہلِ پاکستان کو حضرت امام احمد رضا کی تعلیمات کی روشنی میں بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا بین الاقوامی سطح پر ریسرچ ورک قابل تحسین ہے۔"(روداد اسلام آباد کانفرنس 1996ء، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص87)

اس سال جن شخصیات کے پیغامات مجلّہ کے لیے موصول ہوئے ان کے اسماء ملاحظہ کریں:

(۱)۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر مغل وائس چانسلر ایگری کلچر یونیورسٹی ٹنڈوجام سندھ۔
(۲)۔ جناب فخر زماں صاحب، چیئرمین پاکستان اکیڈمی آف لیٹر اسلام آباد۔
(۳)۔ پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ بلیلان Rijks University، ہولینڈ۔
(۴)۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار، رئیس کلیہ فنون، سندھ یونیورسٹی۔
(۵)۔ جناب افتخار عارف، صدر مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔
(۶)۔ جناب محمد سعید خاں، انسپکٹر جنرل آف پولیس سندھ۔
(۷)۔ مولانا محمد فروغ القادری سنی رضوی سوسائٹی، ساؤتھ افریقہ۔

ملک کے ممتاز ادیب و شاعر اور مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے صدر نشین نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو برصغیر پاک و ہند کے عظیم المرتبت علماء میں شمار کیا آپ لکھتے ہیں:

"بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے مسلمانانِ عالم اور بالخصوص اسلامیات برصغیر میں ملی تشخص و حمیت کی تہذیب و تشکیل میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ کتاب الٰہی اور عشقِ رسول ان کی زندگی کا مرکز و محور رہے اور انہوں نے ساری زندگی اس سرچشمہ خیر و برکت کے فیضان کو ہر سطح تک پہنچانے میں گزاری۔ ان کی تحریروں پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب الٰہی کے اسرار و رموز، سیرت طیبہ کے منور گوشوں اور فکر اسلامی کے اعلیٰ سرچشموں سے ان کا تعلق کیسا راسخ اور مستحکم ہے۔ ان سے مسلکی اختلاف رکھنے والے بھی ان سے تبحر علمی اور استعداد فقہی کا اعتراف کرتے ہیں۔ برصغیر میں جداگانہ مسلم قومی شناخت کے سلسلے میں جس سطح کا کام انہوں نے کیا وہ ہمارے علمی و دینی حلقوں میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا۔ ان کے حلقہ اثر و نفود پر نظر ڈالیے تو انداہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدو قامت کی شخصیت تھے۔ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ "وہ برصغیر کے ان عظیم المرتبت علماء میں تھے جنھوں نے اخلاص و عمل کے امتزاج سے ایک ایسے جادہ خیر کی رہنمائی کی جس نے بہت کم عرصے میں بہت اہم خدمات انجام دیں"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1996ء، پیغام، ص13)

آئی۔ جی۔ پولیس سندھ جناب محمد سعید خاں نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا خاں کو دو قومی نظریے کا مبلغ قرار دیا:

"امام احمد رضا خاں نے مسلمانون کی علمی، نظریاتی اور سیاسی حالات سنوارنے کے لیے عمر بھر کام کیا اور اپنے وقت میں برصغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی جب کہ وہ غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انہوں نے دو قومی نظریہ کی تبلیغ کی اور اپنے علم اور قلم کو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے استعمال کیا۔ ان کی بلند پایہ کتب آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1996ء، پیغام، ص16)

سنی رضوی سوسائٹی ڈربن ساؤتھ افریقہ کے ڈائریکٹر جناب مولانا محمد فروغ القادری صاحب نے اپنے عالمانہ پیغام میں امام احمد رضا کی لکھی گئی ایک ایک کتاب کو ایک کتب خانہ کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا کی ہر تصنیف کا ناظر پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف مقاصد شریعت اور روح دین کا حقیقی رازداہ ہے۔ ان کی کتابوں میں زندگی نظر آتی ہے جیسے یہ کتابیں کسی الگ تھلگ جزیرے میں نہیں بلکہ عین زندگی کے میدان اور عوام کے بیچ لکھی گئی ہیں۔ ان کی صرف ایک کتاب اکثر ایک کتب خانہ کا قائم مقام بن جاتی ہے۔ انہوں نے بہت سے قدیم مواد کو محفوظ کر لیا اور بہت سی آرا وافکار کو اپنی کتابوں میں نقل کر کے ضائع ہونے بچالیا۔ وہ بجا طور پر ایک نئے عہد کے بانی اور ایک تاریخ آفرین شخصیت کے مالک کہے جاسکتے ہیں۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1996ء، پیغام، ص19)

(جاری ہے۔۔۔۔)

کلامِ رضا برائے دفاعِ مصطفےٰ

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

"اعلیٰ حضرت" کا لقب جانے کتنی شخصیات کے لیے بولا اور لکھا گیا مگر اس لقب نے آبرو اور مقبولیت پائی تو تاج دارِ بریلی کی نسبت سے پائی۔ دنیا بھر کے اہلِ ایمان میں مشہور و معروف اور مقبول و محترم اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ عنہ کو عرب و عجم کے علما و مشائخ نے چودھویں صدی میں مجددِ دین و ملّت مانا۔ اپنے نام "احمد رضا" کے اعداد کی مناسبت سے اتنی ہی کتابیں تحریر کرنے والے اعلیٰ حضرت نے اپنی دنیوی حیات، حضور خاتم النبیین سیدنا "احمد ﷺ" کی "رضا" جوئی اور انہی کی غلامی میں بسر کی۔ وہ "عبدالمصطفیٰ" ہونا ہی اپنا اعزاز وافتخار جانتے تھے۔ اپنے عہد کے "حضرات" میں "اعلیٰ" ثابت ہونے والے فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اسلامیانِ ہند کے دورِ غلامی میں ۶۵ برس کا عرصۂ زیست کچھ اس آب و تاب سے بسر کیا کہ کسی کالج یا یونی ورسٹی میں جا کر وہاں کے مروجہ نصاب کی تکمیل نہیں کی، لیکن آج دنیا کی متعدد جامعات میں اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات اور تحریرات وتحقیقات سے اکتسابِ آگہی کرنے والے اسنادِ فضیلتِ علم حاصل کر رہے ہیں۔ قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ کو علوم و معارف کا سرچشمہ مان کر انہی سے فیض یاب ہونے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ۵۵ سے زائد علوم وفنون میں وہ سرمایہ یادگار بنایا کہ صدیوں میں کسی ایک شخص کے حوالے سے اس کی مثال کم ہی ہوگی۔ وہ اعلیٰ حضرت بریلوی جنہوں نے اپنی زندگی میں خطباتِ جمعہ کے علاوہ سو تقاریر بھی شاید ہی کی ہوں، گزشتہ اسّی برس میں ان پر لاکھوں تقاریر ہوئی ہیں اور مقررین نے ان کے ذکر کے بغیر کم ہی گفتگو کی ہوگی۔ ان کے نام اور کام سے اہلِ علم نے خود کو معتبر بنایا ہے۔ دینی جامعات اور ادارے جتنے ان کی نسبت سے قائم ہوئے، وہ بھی ایک مثال ہیں۔ ان کے بارے میں لکھی جانے والی تحریریں بھی اس قدر ہیں کہ ان کی فہرست بھی ضخیم کتاب ہو جائے۔ ان کے وابستگان کا ایک تسلسل متعدد گھرانوں میں نسل در نسل ہے اور یہ سب کیوں نہ ہو کہ وہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے سچے محبوب، ان کے مداح اور انہی کی سیرت مطہرہ کے آئینہ دار تھے۔ نبی کریم ﷺ ہی سے ان کا تمام تر انتساب رہا۔ اسی کا فیضان انہیں سمتوں میں مرجع خلائق بنائے ہوئے ہے۔

علیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کلام کی سماعت سے میری زندگی کے مہ وسال پُر ہیں۔ ان کے افکار اور تعلیمات و تحریرات سے اکتسابِ آگہی کا سلسلہ شاید ہی کبھی تھمے، کیوں کہ کتاب وسنّت کی صحیح ترجمانی ہی ان امتیاز اور وصفِ جمیل ہے۔ اور یہ بھی کہ میرے پیارے رسولِ کریم ﷺ کے باب میں وہ بہت حسّاس ہیں، اُن کی نسبتوں کے لیے وہ سراپا سپاس ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار سے زائد کتب تحریر فرمانے کے علاوہ شاعری بھی کی۔ میرے ربّ کریم جل مجدہٗ کی ان پر یہ عطائے خاص ہی تھی کہ وہ تحقیق وتصنیف میں مگن رہے اور نثر کے ساتھ نظم میں بھی قرآن وسنّت ہی کی ترجمانی فرمائی۔ اردو نعتیہ شاعری میں انہیں جو مرتبت اور مقبولیت عطا ہوئی وہ ویوں کسی اور کا حصہ نہیں۔ نعت گوئی کے حوالے سے بھی زبان و بیان اور اُردو کے نعتیہ ادب کے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ پر نازر ہے گا۔ نعت گوئی کے باب میں ان کا سکّہ ایسا بیٹھا ہے کہ وہ ملکِ سخن کی شاہی کرتے نظر آتے ہیں۔ کلام الامام امام الکلام کا مقولہ ایسی ہی ہستیوں کے کلام پر صادق آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی مرتبت اور دینی فضیلت کا کسے اعتراف نہیں! انہیں صرف محدث، مفسر، فقیہ، مفتی اور مدرّس و معلم لکھنا کم ہوگا کہ وہ جانے کتنے مفسرین و محدثین اور فقہاو معلّمین کے جلیل القدر استاد وامام نظر آتے ہیں۔ انہیں مبداء فیض نے جن خصوصیات سے نوازا، وہ قابلِ رشک ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسی عبقری شخصیات سے بُغض و حسد اور عناد رکھنے والے بھی خود اُن کے عہد میں اور اُن کے بعد بھی رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ تو اس حوالے سے کچھ زیادہ ہی تشدد دیکھا گیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی کا احوال دیکھیں تو ہر باطل نے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنا بغض و عناد ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ مخالفین کی مساجد و مدارس، ان کے اساتذہ و طلباء کی تحریر و تقریر، ان کی خلوت و جلوت، اور ہر تنظیم و تحریک کا گویا "نصب العین" ہی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی مخالفت و معاندت رہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حق اور اہلِ حق کو سازشوں اور شرارتوں سے وقتی طور پر دب تو گیا لیکن مٹایا نہ جاسکا۔ مخالفین کی انتہا پسندی اور تشدد نے "دہشت گردی" سے بھی کام لیا، ان کی یلغار اور یورش یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے صحیح العقیدہ اہلِ سُنّت وجماعت کو "بریلوی" اور "رضا خانی" کہہ کر ایک اختلافی اور نیا گروہ بتانے کے جتن کیے۔ بریلوی اور رضا خانی کے الفاظ سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (نعوذ باللہ) کوئی نیا مذہب اور فرقہ بنایا ہے۔ مخالفین کی ان سازشوں کے جواب میں اہلِ حق نے حقائق واضح کرنے میں اپنی ہمتیں لگادیں۔ واضح رہے کہ خود مخالفین کی تحریروں میں یہ اعتراف موجود ہے کہ بریلی اور بدایوں کے علمائے کرام وہ طبقہ ہیں جو قرونِ اُولیٰ کے اہلِ ایمان کی روش پر سختی سے کاربند ہیں۔

امریکہ میں دو عمارتوں کے ڈھے جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے لاتعلقی ظاہر کرنے میں جو صورت احوال درپیش ہے، اس سے اندازہ کیا جائے کہ خود مجرم اور ظالم ہی کس طرح حق اور اہلِ حق کے خلاف ذہن سازی کے جتن کرتا ہے۔ مجرم کو بے نقاب نہ کیا جائے تو ماحول اور معاشرے سے آلودگی دور نہیں ہوتی۔ فٹ بال کے کھیل کے ماہرین کہتے ہیں: مدافعانہ کھیل میں کامیابی نہیں ہوتی، جیتنا ہو تو جارحانہ کھیل کھیلو۔

اعلیٰ حضرت اور صحیح العقیدہ اہلِ سنّت کے مخالفین نے "جارحیت" کی یہ پالیسی ایمان و عقائد کے باب میں اپنالی اور حق اور حقیقت کو پسِ پشت ڈالنے بلکہ فراموش کر دینے ہی میں اپنی "بقا" ٹھہرالی۔

کیا ستم ہے کہ خود کو مسلمان کہلانے والے جانے کتنوں کا "روزینہ" یہی ٹھہرا ہے کہ وہ "غیروں" کو روشنی دکھانے کی بجائے مسلمانوں ہی کو اندھیروں سے صرف وابستہ کرنا ہی نہیں بلکہ مانوس بھی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کو وہ "کارِ خیر و ثواب" گردانتے ہیں۔ کاش کہ وہ جانتے کہ "دانائی کا سرچشمہ خوفِ الٰہی ہے"، انہیں اپنے قول و فعل کا ایک دن جواب دہ ہونا ہے، دنیا میں حق سے رُو گردانی انہیں اس دن کسی منفعت کا حق دار نہیں بنائے گی۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی یہ مذموم سازشیں دین و ایمان کے باب میں خود ان کے اپنے سنگین جرموں کو لوگوں سے اوجھل کرنے اور رکھنے کے لیے تھیں، انہوں نے اہلِ حق کو "مشرک و بدعتی" قرار دینے اور ان پر شدید بہتان لگانے سے بھی اجتناب نہیں کیا، ان کا اصل مقصد یہی تھا کہ اہلِ حق کو لوگوں میں اتنا معترضہ اور متنازع بنادیا جائے کہ لوگ اہلِ حق کی حق گوئی پر اعتبار نہ کریں۔ ان مخالفین کو اس مذموم کھیل کے لیے خاصا وقت مل گیا۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کی علمی کاوشوں اور تحریری

سرمائے کی اشاعت جس اہتمام سے فوری طور پر ہونے چاہیے تھی وہ نہیں ہو سکی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فرزندان اور خلفاء نے بہت کارہائے نمایاں انجام دیئے، کروڑوں افراد ان سے وابستہ ہوگئے لیکن انہیں "ترجیحات" پر فوری توجہ دینے کی مہلت خود عقیدت مندوں ہی کی یلغار نے نہ دی۔ طباعت واشاعت ہی کیا، قلمی مخطوطات کی حفاظت اور ترتیب وتدوین بھی صحیح طرح نہ ہو سکی۔ علاوہ ازیں اس دور میں سرزمین ہند میں جاری تحریکوں کی وجہ سے ماحول ایسا کشیدہ اور سیاست اتنی پے چیدہ رہی کہ لوگ خاصے برس اسی کشمکش میں مشغول رہے۔ پھر قیامِ پاکستان کا مرحلہ آیا اور بھارت سے بیشتر مسلمان نقل مکانی (ہجرت) کرکے پاکستان آئے تو اپنا تمام مال واسباب ساتھ نہ لاسکے۔ پاکستان پہنچ جانے والوں کو کتنا عرصہ یہاں دشواریوں اور شدید مسائل کا سامنا کرنے میں گزرا، ایسے میں جب کہ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ آسان نہ تھا، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جانے کتنے مسودات اور کتابیں حالات کی سنگینی کے بھینٹ چڑھی ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی اکثریت نے اس وقفے کا بھرپور استعمال کیا۔ ایک طرف ان لوگوں کی اکثریت نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت میں نمایاں کردار ادا کرکے "فرنگیوں" کی "گڈبک" میں اپنا اندراج کروایا اور مالی ودنیوی منفعت کو ترجیح دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہندوؤں سے اپنا گٹھ جوڑ بھی رکھا اور اُن کی خوب حمایت کی۔ انہیں مساجد میں لاکر منبرِ رسول پر بٹھانے سے بھی نہیں جھجکے اور ان میں کچھ وہ بھی تھے جو یہ تک کہہ گئے کہ نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو "گاندھی" نبی ہوتا۔ (معاذ اللہ) "مکالمۃ الصدرین" اور "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علما" کتابوں میں تفصیلی حقائق درج ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد انہی لوگوں نے یہاں سیاست اور مذہب پر اپنی اجارہ داری رکھنا چاہی، وسائل کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے مفادات کی تکمیل کو ہر طرح انہوں نے ترجیح دی اور خود اور خود کو "پریشر گروپس" میں نمایاں رکھا۔ دورُخی طرزِ عمل انہیں مرغوب ہے۔ ہر عہدِ حکومت میں اپنے کچھ افراد کو یہ لوگ حزبِ اقتدار کے ساتھ وابستہ رکھتے ہیں اور باقی حزبِ اختلاف میں رہتے ہیں۔ اُن کے اس طرزِ عمل سے ان کا مطلوب ومقصود واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ عقائد وایمان کے باب میں بھی ان لوگوں کے ہاں یہی دورُخی نظر آتی ہے۔ جو قول وفعل ان کے بڑے اور یہ خود کہیں اور کریں، وہ تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر وافضل شمار ہو اور وہی کوئی اور کہے اور کرے تو اسے "مشرک وبدعتی" کہنا بھی انہی کا وتیرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مخالفین نے معاشرے میں دھند گہری کرنے اور رکھنے کا عمل اس وقفے میں بڑی شدومد سے جاری رکھا، ان کی طرف سے جارحیت کے اس تسلسل میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف اور انہیں نقصان پہنچانے والے اثرات ہی ظاہر ہوئے۔ مسلم معاشرے کو آپس میں الجھانا اور لڑوانا ہی دشمنانِ اسلام کی سازش تھی اور یہ لوگ انہی کے آلۂ کار بنے۔

اہلِ حق نے شروع میں تو مخالفین کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب پر توجہ رکھی۔ گزشتہ ربع صدی میں "اہلِ ایمان" نے دنیا کو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وعلمی خدمات سے روشناس کرانے کی مدبرانہ پالیسی اپناکر سمتوں میں حقائق کا اتنا اجالا کردیا کہ مخالفین کی ساری چالیں اور سازشیں خود ان کے اپنے لیے رسوائی اور پریشانی کا باعث ہوگئیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ حق اور حقیقت کو فراموش کردینے سے کبھی فوزوفلاح نہیں ملتی۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی اپنی تصانیف سے ان کے مخالفین فی الواقع کوئی بات کتاب وسنّت سے متصادم یا متضاد تو ثابت نہ کرسکے، البتہ اب کچھ لوگوں نے اپنے علم وفہم میں عدم توازن اور نقص کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے منظوم کلام میں سے چند اشعار کو ہدفِ اعتراض بنانے کی جسارت ضرور کی۔ میں نے مناسب یہاں خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کہے ہوئے وہ نعتیہ اشعار جنہیں معترضہ

بتانے کی کوشش کی گئی ہے انہیں حقائق سے ہم آئینہ کرتے ہوئے اعتراضات کا جواب پیش کروں۔ اس طرح ان تمام نعت گویان کی طمانیت کا بھی سامان ہو گا جو نعت شریف کہتے ہوئے یہی چاہتے ہیں کہ ان سے کوئی بات خلافِ واقعہ اور غلط سر زد نہ ہو۔

قارئین پر واضح رہے کہ اس فقیر کی یہ تحریر اپنے معصوم و مقدس اور سب سے اولیٰ و اعلیٰ نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس اور عظمت و مرتبت سے دفاع کے لیے ہے۔ معترضین نے اعتراض بظاہر کلامِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کچھ اشعار پر کیے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اعتراض تو میرے پیارے نبی پاک ﷺ پر کیے گئے ہیں کیوں کہ معترضین نے میرے رسولِ کریم ﷺ کی وہ شانِ عظمت و مرتبت نہیں مانی جو اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور اس کا بیان ہر دور میں اخیارِ امت نے حصولِ برکت و سعادت اور اظہار و احقاقِ حق کے لیے کیا۔

مجھے بہت کرب کا سامنا ہوتا ہے جب خود کو عالم و فاضل اور معلم و مبلغ لکھنے اور کہلانے والے یہ کہتے لکھتے ہیں کہ: "بڑے بڑے عالموں فاضلوں کو بھی توحید خالص کا شعور نہیں اور ان کی تحریریں عبد و معبود کے فرق مراتب کے صحیح اسلامی تصور و تعبیر سے خالی ہیں۔" اور ایسا کہنے لکھنے والے اپنے اس "دعوے" کے حوالے سے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام سے بھی وہ اشعار پیش کر دیتے ہیں جو بے غبار ہیں۔

دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ ایسے لوگ خود کو "علامہ اور پروفیسر وغیرہ" کہلا کر بھی عدل و انصاف نہیں کرتے۔ دوسری یہ کہ انہیں شخصی یا مسلکی تعصب اور عناد کی وجہ سے حقائق قبول نہیں۔

واضح رہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ مجھے کسی فی الواقع غلطی کو نہ ماننے کی غلطی سے کوئی شغف نہیں اور نہ ہی کسی صحیح بات کو غلط کہنے کی ڈھٹائی اور ضد کا کوئی شوق ہے۔ بہت قلق ہوتا ہے کہ لوگ اس دھند اور غبار کو دُور نہیں کرتے جو خود اُن کی اپنی فہم و بصر کو آلودہ کیے ہوئے ہے۔ وہ لوگ جو خود پر روشنی کو راہ نہیں دیتے یاد رکھیں کہ ان کا خود کو تاریکی میں رکھنا انہیں علم و عرفان اور حق سے دُور کرتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اہلِ ایمان کی خوبی یہی بتائی ہے کہ وہ اندھیرے سے اجالے کی طرف لاتے ہیں۔ تاریکیوں کی طرف لے جانا ہرگز اہلِ ایمان کا کام نہیں۔

مخالفین کے "اکابر علماء" جنہیں یہ افراد اُن میں بغیر اُن اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی "مطاع الکل، حکیم الامت، غوث اعظم، مربیٔ خلائق، شیخ الکل قبلۂ حاجات، سرچشمۂ احسان، بلہ وکعبۂ دینی وایمانی، قاسم العلوم والخیرات، رحمۃ للعالمین، نورِ مجسم، مشکل کشا، حاجت روا، مصلح اعظم، دستِ گیر دست گیراں، کامل الصفات، غوث العباد، میزبانِ خلق، مدارِ رشد وہدایت، شاہِ دین و دنیا، آبروئے بزمِ امکاں، علیِّ وقت، گنجِ فضل، رہبرِ اعظم، حُسینِ ثانی، مرشد الآفاق، ہادیِ عالم" جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے خود اپنے ہی عقیدے اور فتوے بھی بھول جاتے ہیں، ان کے ان بڑوں نے تو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ پر وہ اعتراض نہیں کیے جو یہ لوگ کر رہے ہیں لہٰذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ لوگ ضرور بغض و عناد رکھتے ہیں یا اپنے علم و فہم میں نقص رکھتے ہیں اور اپنے اکابر کی بھی تنقیص و تضحیک کرتے ہیں حالاں کہ اپنے انہی "اکابر" کا تحفظ انہیں دین اور حقائق سے زیادہ مطلوب اور عزیز ہے۔ یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ مخالفین کے ان بڑوں تک اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں اور شاعری نہیں پہنچی بلکہ ان کے ان بڑوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان کے بارے میں جو تاثرات بیان کیے وہ بھی تاریخ کا حصہ ہیں، ان میں سے کچھ اقتباس اس فقیر نے اپنی کتاب "سفید و سیاہ" میں نقل کیے ہیں۔ معترضین و مخالفین اپنا اور اپنے بڑوں کا فرق اور طرز و طریق ان کی اور اپنی تحریروں کے آئینے میں خود ہی ملاحظہ فرمالیں۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں معترضہ بتائے جانے والے اشعار کو حقائق سے ہم آئینہ کرنے سے پہلے یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اپنا بیان نقل کرتا

ہوں، ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:

"ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ"

فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے واضح فرمادیا کہ انہوں نے قرآنِ کریم سے نعت گوئی سیکھی ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایسا بیان وہی کرسکتا ہے اور اُسی ہستی سے صحیح مانا جاسکتا ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام وایمان کے لیے کھول دیا ہو اور اسے قرآن کریم کی صحیح فہم کی سعادت حاصل ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ان کے عہد میں اور ان کے بعد بھی عرب وعجم کے علماے حق نے مجدد اعظم اور امام اہل سنّت مانا ہے۔ ان کا یہ بیان احوالِ واقعی ہی کی ترجمانی ہے۔ کنز الایمان کے نام سے ان کا کیا ہوا ترجمۂ قرآن لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔ اس ترجمے کے بارے میں یہ روایت بھی کتابوں میں درج ہے کہ آیت پڑھی جاتی اور وہ اُردو ترجمہ لکھوادیتے۔ اسے کیا کہیے کہ اس ترجمے کو پڑھ کر معتبر تفاسیر قرآن سے مکمل تائید ہی ملی اور اندازہ ہوا کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ترجمہ تو زبانی لکھوایا مگر ہر آیت قرآنی کے ترجمے ہی میں بیان کا مفہوم بھی واضح کردیا اور یہ قابلیت قرآنِ کریم میں بہت فکر وتدبر کے بغیر ممکن نہیں۔ آیتِ قرآنی پڑھ کر تمام تفاسیر کو دیکھنا پھر صحیح مفہوم کو اخذ کرنا اور اس پر مطمئن ہو کر لکھنا بھی کارنامہ شمار ہوگا مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے حضرات میں واقعی "اعلیٰ حضرت" ثابت ہورہے ہیں کہ فوری طور پر جو ترجمہ لکھوارہے ہیں نہ صرف اس پر وہ مطمئن ہیں بلکہ وہ ترجمہ اپنے محاسن میں نہایت عمدہ ہے۔ یہ ان کی خداداد ذہانت اور خدا داد قوتِ حافظہ ہی تھی کہ انہیں ایک بار مطالعے کے بعد عبارت بلفظہ یاد رہتی اور وہ اسے اپنے عمدہ حافظے ہی سے نقل کردیتے۔ یہ خوبی بھی کیا کم ہے کہ ایک ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کرلیا۔

اب یہ بھی دیکھا جائے کہ جس شخص کو بفضلہٖ تعالیٰ اتنا استحضار ہو کہ وہ قرآنِ کریم کی آیت صرف سُن کر فی الفور صحیح ترجمہ ومفہوم لکھوارہا ہے تو اس کی نعت گوئی میں احکامِ شریعت کا ملحوظ نہ ہونا کیسے گمان کیا جائے؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ یقیناً "معصوم" نہیں تھے لیکن یہ فضل الٰہی اور فیضانِ مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہی ہے کہ "بے جا" سے ان کا کلام محفوظ ہو، وہ خود بھی اس کو اللہ کریم جل شانہ کا احسان بتارہے ہیں۔

اس کے باوجود کہا جائے کہ انسان خطاونسیان سے مرکب ہے، خطاونسیان کی گنجائش ہے تو مجھے اس سے انکار نہیں مگر فی الواقع خطا کو خطا شمار کیا جائے، جو خطا نہیں اسے خطا گردانے کا جتن نہ کیا جائے۔

نعت گوئی کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ ہی کا یہ ارشاد بھی لکھا گیا ہے کہ: "اور حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے، بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔" (ص۴۶، الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ بریلی)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو:

"توشہ میں غم واشک کا ساماں بس ہے
افغان دل زار حدی خواں بس ہے
رہ بر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حساں بس ہے"

قرآنِ کریم سے نعت گوئی سیکھنے اور نعت گوئی میں دونوں جانب سخت حد بندی کی بات کرنے والی اپنے عہد کی سب سے بڑی علمی شخصیت کی نعتیہ شاعری اُردو میں اپنی مثال

آپ ہے۔ علمی تبحر اور عربی فارسی اُردو ہندی پر یکساں مثالی مہارت کی بدولت انہیں لفظ و قافیے سوچنے نہیں پڑتے بلکہ ان کا تخیل جس سطح پر پرواز کرتا ہے اسے لفظوں میں کسی طور پر بیان کر دینا ان کا کمال ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا استحضار ان کی نعت گوئی کو ان تمام شاعروں میں ممتاز کرتا ہے جو کسی طور شعر کہنا تو جانتے ہیں لیکن دینی علمی استعداد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مقابل کوئی درجہ نہیں رکھتے۔

جی تو چاہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام بلاغت نظام کے مجموعے سے کچھ اشعار اپنے بیان کی تائید میں نقل کروں لیکن ہر شعر کے محاسن کا بیان طویل ہو جائے گا اور میں اس مضمون کا موضوع منتخب کر چکا ہوں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیش تر کتب کے نام ''تاریخی'' تجویز کیا کرتے تھے۔ ان ناموں کے حروف کے اعداد و شمار کیے جائیں تو کتاب کا سنِ تالیف و اشاعت از خود معلوم ہو جاتا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام کا تاریخی نام ''حدائق بخشش'' ہے۔ یعنی یہ مجموعہ ۱۳۲۵ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔

اس مجموعۂ کلام ''حدائق بخشش'' کے دو ہی حصے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے کچھ برس بعد ان کے ایک معتقد و محبّ مولانا محبوب علی خاں نے اپنی دانست اور کوشش سے غیر مطبوعہ وہ کلام جمع کیا جو اعلیحضرت کا بتایا گیا۔ اس مجموعے کا نام ''باقیاتِ رضا'' رکھنے کی بجائے انہوں نے اس کا نام بھی ''حدائق بخشش'' ہی رکھ دیا اور اسے از خود اس کا ''حصہ سوم'' قرار دے دیا۔ یہ ان کی خود اپنی ہی کارگزاری تھی۔ غیر مطبوعہ کلام کے اس مجموعے کی اشاعت کو لگ بھگ تین دہائیاں گزرنے کے بعد اس میں درج ایک قصیدے میں سے تین اشعار کا بیان ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا گیا اور ان اشعار کو حضرت ام المومنین کی شانِ اقدس کی گستاخی و اہانت قرار دیا گیا۔ معترضین کی طرف سے کچھ برس پہلے جنوبی افریقہ سے شائع ہونے والے کتابچے ''جوہانس برگ سے بریلی'' میں یہی اعتراض درج تھا اور اس کتابچے میں مولانا محبوب علی خاں کی شائع کردہ حدائق بخشش حصہ سوم کے اس صفحے کا عکس بھی شامل تھا جس صفحے پر قصیدے کے وہ معترضہ بتائے گئے اشعار ہیں۔ ''جوہانس برگ سے بریلی'' کتابچوں کے تین حصے مطبوعہ مجھے وہاں کے احباب نے دیئے تھے۔ ''وائٹ اینڈ بلیک'' کے نام سے انگریزی میں اور ''سفید و سیاہ'' کے نام سے اُردو میں یہ فقیر اُن کتابچوں کے مندرجات کا جواب پندرہ برس پہلے تحریر کر چکا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم پر کیے جانے والے اس اعتراض کا جواب اپنی اسی کتاب ''سفید و سیاہ'' سے ملخصاً یہاں نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:

''امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف، ۵۵ سے زائد مختلف علوم و فنون پر کامل دست گاہ رکھنے والے، نابغۂ عصر شخصیت ہونے کے ساتھ، باکمال شاعر بھی تھے۔ انہوں نے جملہ علوم و فنون سے دین کی خدمت کی۔ ان کی شاعری اپنوں بے گانوں میں بہت مقبول ہے۔ ان کے شعری مجموعے کا نام ''حدائق بخشش'' ہے جس کے دو مستند حصے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے ایک عقیدت مند مولانا محمد محبوب علی خان صاحب نے احباب کے تعاون سے اعلیٰ حضرت کا غیر مطبوعہ کلام جمع کیا۔ مختلف شہروں اور بعید و قریب مقامات میں جس کسی کے پاس کوئی غیر مطبوعہ تحریر تھی، وہ حاصل کرنے کی سعی کی گئی، تاہم اس غیر مطبوعہ کلام کے بارے میں پورے یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ فی الوقع یہ تمام، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی کا کلام ہے۔ اعلیٰ حضرت کا مستند کلام وہی ہے جو ان کی موجودگی میں دو حصوں میں شائع ہوا۔ تیسرے حصے (باقیاتِ رضا) میں شامل کلام کی تمام ذمہ داری مولانا محبوب

علی خاں صاحب کی تھی مگر افسوس کہ وہ خود تحقیق و تصدیق نہ کرنے کے ساتھ ساتھ، خود پُروف ریڈنگ (مسودہ بینی) بھی نہ کرسکے، مزید برآں یہ کہ تقسیم سے قبل ہندوستان میں چھاپے خانے (پرنٹنگ پریس) مسلمانوں کی ملکیت میں نہ ہونے کے برابر تھے، جیسا کہ اب بھی غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا احوال ہے۔ غیر مسلم چھاپے خانے والے نے بھی کچھ خیال نہیں کیا اور غلط ترتیب سے کچھ اشعار شائع ہوگئے، احباب کا کہنا تھا کہ یہ یقیناً شر پسندوں کی شرارت ہے۔ چنانچہ مولانا محبوب علی خان نے بغیر کسی تاخیر کے، احوالِ واقعی کی تشہیر کی اور توبہ نامہ شائع کرکے پورے ملک میں مشتہر کیا، پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات اور فتاویٰ کی صورت میں مولانا محبوب علی خان کی طرف سے تفصیل اور توبہ نامہ شائع ہوتے ہی یہ اعتراض ختم ہوگیا۔

مولانا محبوب علی خان جنہوں نے کلامِ اعلیٰ حضرت کا تیسرا حصہ مرتب کیا تھا، وہ خود فرماتے ہیں کہ: ''کاتب اور نابہہ اسٹیم پریس کے مالک دونوں بدمذہب تھے۔ انہوں نے کاتب اور پریس والے کو بتادیا تھا کہ یہ قصیدہ پورا دستیاب نہیں ہوا اور یہ اشعار مسلسل نہیں ہیں یعنی یہ ترتیب وار نہیں ہیں۔ (اشعار کا مضمون الگ الگ ہے)۔ لہٰذا یہ اشعار اکٹھے شائع نہیں کیے جائیں گے اور لفظ ''علیحدہ'' جلی قلم سے ان اشعار سے پہلے لکھا جائے گا اور یہ اشعار، قصیدہ میں جس ترتیب کے ساتھ لگائے جائیں گے، وہ بھی بتادی، مگر کاتب اور پریس والے نے قصداً یا سہواً اس تاکید کا خیال نہیں رکھا۔ کتابت کی طباعت کے بعد بار بار فقیر (محبوب علی خان) اپنی توبہ شائع کرچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں اور سُنّی مسلمان بھائی بھی اللہ و رسول کے لیے مجھے معاف فرمائیں۔''

قارئین کرام! توجہ فرمایئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ان کے غیر مطبوعہ وغیرہ مصدّقہ کلام کی کتابت میں ایک غلطی واقع ہوئی۔ غلطی کرنے والے کی طرف سے پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات و فتووں کی صورت میں توبہ نامے شائع کیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ غلطی کا اسے شدید احساس ہے، وہ اپنی انا کا مسئلہ کھڑا نہیں کرتا، تاویلوں یا وضاحتوں کے ذریعے غلط بات کو درست ثابت نہیں کرتا، بلکہ غلطی کا اعتراف کرکے توبہ نامہ شائع کرتا ہے۔ اس کے توبہ نامے کی اشاعت کے بعد اپنوں بے گانوں کا اعتراض ختم ہوجاتا ہے، مگر دوسری طرف جنوبی افریقہ میں مقیم مخالفین کا حال بھی دیکھئے: ''جوہانس برگ سے بریلی'' ص۷، پارٹ ۲ پر حدائق بخشش حصہ سوم کے ص۷۳ کا عکس موجود ہے۔ جسے ان مخالفین نے شاید فخریہ طور پر شائع کیا ہے، مگر یہ لوگ بصارت سے بھی کام نہیں لے سکے۔ اس مطبوعہ عکس میں لفظ ''علیحدہ'' جلی قلم سے موجود ہے اور جن دو شعروں پر جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کو اعتراض ہے، ان کے بعد بھی، ان دو شعروں کو باقی اشعار سے الگ کرنے کے لیے ''خط'' کھینچا ہوا ہے۔

اسے قدرت کا کرشمہ کہیے کہ جوہانس برگ سے بریلی، پارٹ ۲، ص۷ پر حدائق بخشش حصہ سوم کے ص۷۳ کا عکس چھاپ کر جنوبی افریقہ کے ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی جگ ہنسائی کا اہتمام کرلیا اور ان ہی کے ذریعے مولانا محبوب علی خان کے بیان کی تصدیق بھی ہوگئی۔

۳۳، ۳۴، سال کے بعد جنوبی افریقہ میں ان اشعار کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی پر، یہ مخالفین شاید یہ سوچ کر پھر اعتراض کررہے ہیں کہ ہندوستان میں ۱۹۵۵ء میں، اس معاملے میں جو کچھ ہوا، اس کی تفصیل جنوبی افریقہ والوں کو کہاں معلوم ہوگی اور کون تحقیق کرتا پھرے گا؟ لہٰذا یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے خلاف رائے عامہ قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

یہ لوگ اگر عدل و انصاف کے اصول و قواعد کو مانتے ہیں تو یہ بتائیں کہ حقائق جاننے کے بعد کیا اعتراض کی گنجائش باقی رہتی ہے؟ اگر نہیں تو، ان کو امامِ اہلِ سنّت مولانا احمد رضا خان

بریلوی پر اعتراض کی بجائے خود اپنی شدید غلطی کا اعتراف کرنا چاہیے اور کسی مسلمان پر تہمت و بہتان لگانے کا عذاب مول نہیں لینا چاہیے۔ (ص ۱۱۷ تا ۱۲۱، سفید و سیاہ، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب بھی اپنی اسی کتاب سفید و سیاہ سے ملخصاً نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ ہو:

"جوہانس برگ سے بریلی، پارٹ ۲، ص ۱۰ میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر ایک اور اعتراض ان کے مخالفین کی جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظوم کلام میں حضرت محبوبِ سبحانی، شیخ سید عبد القادر جیلانی سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب، شاعری کی کئی اصناف میں کہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کے حروف کی، حروف تہجی کے اعتبار سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی رباعیاں کہی ہیں۔ ایک رباعی میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام "عبد القادر" کے حروف کے لطائف کا بیان حُسنِ عقیدت و محبت سے کیا ہے۔ (حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام، عبد القادر کا چوتھا اور ساتواں حرف "الف" ہے اور آخری حرف "ر" ہے اور اسی حرف کو، اس نام میں انجام سے تعبیر کیا ہے۔) اس رباعی کے صرف دو مصرعوں کا عکس، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے شائع کیا ہے۔ اگر وہ دیانت دار ہوتا تو پوری رباعی کا عکس شائع کرتا، لیکن اسے معلوم تھا کہ پوری رباعی کا عکس، شائع کرنے کی صورت میں، اہلِ علم جان لیں گے کہ "جوہانس برگ سے بریلی" کے مصنف کا اعتراض محض اس کی اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت سے بے بنیاد دشمنی ہی ہے۔ یہاں قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کا یہ بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے منظوم کلام کی سطر سطر، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔ دیوبند کے کسی بڑے عالم کو اعلیٰ حضرت بریلوی کے کلام میں کوئی نقص نہیں ملا، انہوں نے ہرگز کوئی اعتراض نہیں کیا "جوہانس برگ سے بریلی" کتابچے کا مصنف، شاید تمام علمائے دیوبند سے زیادہ بڑا عالم ہے اور شاید، اپنے اسی "زیادہ" علم و فہم کی وجہ سے اپنے بڑوں کی رسوائی کا سامان کر رہا ہے۔

قارئین کرام: اعلیٰ حضرت بریلوی کی وہ مکمل (فارسی) رباعی ملاحظہ فرمائیں جس کے صرف دو مصرعے نقل کر کے "جوہانس برگ سے بریلی" کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی پر شدید بہتان باندھا ہے:

بروحدتِ او رابع عبد القادر
یک شاہد و دو سابع عبد القادر
انجام وَے آغازِ رسالت باشد
اینک گوہم تابع عبد القادر

اس رباعی کا ترجمہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ وحدت پر (حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام) عبد القادر کا چوتھا حرف "الف" شاہد ہے اور اس نام عبد القادر کا ساتواں حرف "الف" دوسرا شاہد ہے۔ عبد القادر نام کا انجام (آخر) "ر" کے حرف پر ہوتا ہے جو لفظ "رسالت" کا پہلا حرف ہے، تو یہ کہو کہ اس نام عبد القادر کی خوبی یہ ہے کہ یہ نکات، مبارک نام "عبد القادر" کے تابع ہیں، اس مبارک اور پیارے نام سے مستفاد ہیں۔

یوں بھی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اس رباعی کے آخری دو مصرعوں میں یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ولیوں کے سردار ہیں، جہاں سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مقام کی ولایت کی انتہا ہے وہاں سے اللہ سبحانہ کے نبیوں (علیہم السلام) کے مقام رسالت کی ابتدا ہوتی ہے۔

جوہانس برگ سے بریلی کے بد دیانت مصنف نے اپنی جہالت و سفالت کی بنیاد پر اس رباعی کے آخری دو مصرعوں کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "شیخ عبد القادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز

ہو گا اور وہ نیا رسول بھی شیخ عبد القادر کا تابع ہو گا۔" اس اعتراض کے جواب میں (عربی کا) مشہور مقولہ دُہراؤں گا کہ "جسے فقہ نہیں آتی وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا۔" یہ مخالفین کی بد قسمتی اور شامتِ اعمال ہے کہ وہ اہلِ سنّت کے امام، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام سمجھنے کی لیاقت وصلاحیت ہی نہیں رکھتے اور اپنی جہالت کے باوجود، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی پر اعتراض کرتے اور بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح خود اپنی جہالت کے باوجود، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی پر اعتراض کرتے اور بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح خود اپنی رسوائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ دراصل اس رباعی کے پہلے شعر (دو مصرعوں) کا مطلب ان مخالفین کو سمجھ نہیں آتا، اس لیے وہ دوسرے شعر کا اپنی طرف سے غلط مطلب و مفہوم گھڑ کے، عقیدہ ختمِ نبوت کے سچے محافظ، اعلیٰ حضرت بریلی رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں اور عذاب کماتے ہیں۔

جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ "قادری" کہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ شیخ عبد القادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو "نبی" کہہ رہے ہیں۔" یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی، اس بہتان طرازی کی سزا، ان شاء اللہ ضرور پائیں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر شدید بہتان لگانے والے یہ لوگ ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختمِ نبوت کے بارے میں عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ" میں تحریر فرمایا۔

وہ فرماتے ہیں "اللہ عزّ وجل سچا اور اس کا کلام سچا۔ مسلمان پر جس طرح لا الٰہ الا اللہ، ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد، صمد، لاشریک لہ، جاننا فرضِ اول و مناط ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجل و جزءِ ایقان ہے۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین، نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً ملعون، مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے، وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردّد کو راہ دے، وہ بھی کافر۔۔۔" (ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے خود اپنے قلم سے "ختمِ نبوت" کے موضوع پر کئی کتابوں اور واضح فتوی کے باوجود، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانا، بلاشبہ سنگین ظلم ہے۔ (سفید و سیاہ، ص ۱۶۱ تا ۱۶۴)

عاشقِ رسول اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ کے ان معترضین و مخالفین کو کسی فضیلت و مرتبت کے حوالے سے جاننے پہچاننے اور مقبول و محترم ماننے والا خود ان کے اپنے عہد میں بھی شاید ہی کوئی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کو اپنے عہد ہی نہیں بلکہ گزشتہ ۸۸ برس کی تاریخ گواہ ہے کہ سمتوں میں گلستان نبوی کے اس گل سرسبد کی مہک اور مشکوۃ نبوت سے فیض پانے والے اس چراغ کی روشنی نے مہک اور چمک دمک کی ایک تابندہ و پائندہ مثال قائم کی ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کو عطا ہونے والی ہر خوبی سے میرے ربّ کریم جل شانہ اور میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان ہی کا اظہار ہونا ہی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا اعزاز و امتیاز ہے اور ان کی تمام زندگی اسی اعزاز و امتیاز کے تحفظ میں گزری ہے، وہ تمنا بھی اسی کی کرتے رہے:

کام وہ لے لیجئے، تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ تم پہ کروڑوں درود

تبصرہ بر کتاب ''مفتی سید غلام معین الدین نعیمی۔ حیات و خدمات''

ڈاکٹر خورشید احمد قادری (جی سی یونیورسٹی، لاہور)

جناب محمد ثاقب رضا قادری کی تازہ کاوش ممتاز عالم دین، مفتی، مصلح، مصنف، مترجم، صحافی، شاعر و منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس ''مفتی سید غلام معین الدین نعیمی-حیات و خدمات'' ہے۔ یہ تالیف ثاقب صاحب کی چار سالہ محنتوں کا ثمر ہے۔ آپ کا ذوق تحقیق اور مزاج کی پاکیزگی میری نظر میں خداداد اور آپ کی تالیفات خاص خدائی رہنمائی کا نتیجہ ہیں۔ جس طرح حدیث مبارکہ کے ذخیرے سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات پاک کے ساتھ ساتھ ان پاکیزہ ہستیوں کا تذکرہ بھی ہے جن سے آپ علیہ السلام کی کبھی ملاقات ہوئی، جو آپ پر ایمان لائے، جنہوں نے آپ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا۔ مفتی غلام معین الدین کے تذکرے میں--

--آپ کے استاذ گرامی صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی، اور ان کے فرزند سید ظفر الدین احمد اور سید محمد اختصاص الدین احمد،

-- دیگر اساتذہ کے ضمن میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا محمد یونس صاحب، ابوالحسنات سید احمد قادری،

-- اہل خاندان کے ضمن میں مفتی صاحب کے والد گرامی صوفی صابر اللہ شاہ، دادا سید خدا بخش فخری، آپ کے سسر سید محمد مہدی علی، برادر خورد مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی،

--اکابر معاصر میں شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، علامہ عبدالحامد بدایونی، مفتی محمد صاحبداد خان، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی، شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری، میاں شیر محمد شرق پوری، شاہ سلامت اللہ رام پوری، مولانا فیض الحسن آلومہار شریف، علامہ ارشد القادری، مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا عبدالسلام باندوی، صوفی قلندر علی سہروردی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش،

--ہم عمر معاصر میں مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا سید خلیل احمد قادری، مولانا سید محمود احمد رضوی، مفتی اعجاز ولی الرضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا غلام جہانیاں، سید محمد یعقوب شاہ (پھالیہ)، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا ضیاء القادری بدایونی، مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی، مولانا اللہ بخش واں بھچراں، مولانا اقبال احمد نوری، مفتی تحسین رضا خان بریلوی، مفتی محمد رضوان الرحمن اندوری، میاں جمیل احمد شرقپوری، قاضی عبدالنبی کوکب، ملک محمد اکبر ساقی اُترا، مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی، علامہ محمد شریف نوری قصوری،-- کے اسماء گرامی بھی نظر نواز ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں مذکور مخدوم معین الدین کی سب سے مخلصانہ خدمت اپنے استاذ گرامی حضرت صدرالافاضل کی کتب، نایاب تحریروں، قلمی مسودات، فتاویٰ اور کلام کی اشاعت ہے۔ ہماری اسلامی تہذیب میں استاد اور شاگرد کا باہمی تعلق بعض اوقات باپ بیٹے کے تعلق سے بھی زیادہ محبت، شفقت اور ایثار پر مبنی ہوتا ہے۔ صدرالافاضل نے جہاں مالی اخراجات کی پرواہ کرتے ہوئے اپنے شاگرد کا مکمل علاج کروایا، وہاں شاگرد نے بھی اپنی جوانی، صلاحیت اور علم کو استاد کے عطا کردہ علم، طرزِ صحافت اور اندازِ سیاست کو پروان چڑھانے پروار دیا۔ یہ مخدوم غلام معین الدین کا طرزِ صحافت اور اندازِ سیاست ہی تھا جس نے آپ کی ذات کو اعداء کے لیے ناقابل برداشت بنا دیا۔ ابھی آپ نے اپنی زندگی کی پچاس بہاریں نہیں دیکھی تھیں کہ آپ کو جادو کے ذریعے راستے سے ہٹا دیا گیا۔

اپنوں کے لیے آپ کی صحافت اور سیاسی سوچ مصلحانہ اور مخالفین کے لیے کاٹ دار تھی۔ آپ نے ہفت روزہ الاعتصام، چٹان، شورش کے طرز صحافت، مجلس احرار اور جماعت اسلامی کے طرزِ سیاست اور سید مودودی کی فکر کا جس طرح سواد اعظم میں تعاقب کیا وہ اپنی جگہ صحافتی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

پاکستان کی دستوری تاریخ کے حوالے سے مخدوم معین الدین نے صدرالافاضل کا چودہ نکاتی دستورِ پاکستان شائع کرکے ان لوگوں کو ایک روشن جواب دیا ہے جو پاکستان کی "پ" کو ناممکن قرار دیتے اور بہ بانگ دُہل اعلان کرتے کہ "ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے"۔

ہفت روزہ "رضوان" لاہور سے شروع ہونے والے، "جمعیت" (لاہور) سے پروان چڑھنے والی اور سواد اعظم کے ذریعے جوانی کی ترنگ دکھانے والی مخدوم معین الدین کی صحافتی زندگی کا گلا نادہندہ ایجنسیوں نے بھی گھونٹنا چاہا لیکن کاکا خیل کا بیٹا سخت جان ثابت ہوا۔ البتہ وہ جادو جس سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ماورا تھے، سیدزادہ اس کے سامنے بے بس ہو گیا۔

تحریکی حوالے سے پانچ برس (۱۹۴۸-۱۹۴۴ء) تک مخدوم کا آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا منصرم رہنا اور قیام پاکستان کے بعد جمعیت العلماء پاکستان کا مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے ساتھ مل کر دستور مرتب کرنا آپ کی نمایاں خدمات ہیں۔

مخدوم غلام معین الدین نعیمی کی زندگی کے چند کم نمایاں پہلوؤں کو بھی اس کتاب میں روشن کیا گیا ہے:

۱۔ آپ کا رجوع الی الحق کا مزاج ہو سکتا ہے نعیمی تربیت کا ہی نتیجہ ہو، لیکن آپ کی شخصیت میں رجوع الی الحق کے لیے جو وقار تھا، بہت سی شخصیات اس سے محروم ہی رہیں۔ آپ پر جب حق واضح ہو جاتا تو نہ صرف آپ اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرما لیتے بلکہ اِفادۂ عام کے لیے اس کا اعلان عام اپنے اخبار سواد اعظم میں فرماتے۔

۲۔ مخدوم معین الدین کی شخصیت کا دوسرا غیر نمایاں پہلو باغ جناح لاہور کی جامع مسجد کے ساتھ آپ کا بطور خطیب وابستہ رہنا ہے۔ شاہی مسجد لاہور میں پیر سیال لج پال کے خلفاء علماء بگویہ عرصۂ دراز تک بطور خطیب خدمات انجام دیتے رہے لیکن پاکستان بننے کے بعد ... منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے ... کے مصداق بادشاہی مسجد لاہور کی خطابت اب علماء دیابنہ کا مستقل حق مان لیا گیا ہے۔ اسی طرح باغ جناح لاہور کی جامع مسجد کو قیام پاکستان کے بعد مخدوم معین الدین جیسے علماء نے آباد کیا لیکن اب اسے ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے بعد ان کی ذریّت کا حق سمجھ لیا گیا ہے۔ یاللعجب

۳۔ پان کے ساتھ مخدوم کی وابستگی اور اسے سلیقہ اور نفاست کے ساتھ چبانا بھی آپ کی شخصیت کا غیر معروف پہلو ہے جس پر یہ کتاب روشنی ڈالتی ہے۔

۴۔ علماء حق کے درمیان افتراق کی حد تک بڑھے ہوئے اختلاف کو ختم کرانے کے لیے مخدوم کی کوششیں تاریخ کا حصہ ہیں لیکن اس کتاب میں جس دردمندی اور خلوص کے ساتھ انہیں نمایاں کیا گیا ہے، اس سے راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ "الاختلاف امتی رحمۃ" کا حکم ہمیشہ بامعنی رہے گا۔ عوام الناس کے درمیان عموماً اور اہل علم کے درمیان خصوصاً اختلاف رائے موجود رہتا تھا، رہا ہے اور رہے گا۔ ضرورت صرف اس اَمر کی ہے کہ باہمی احترام اور لحاظ کو برقرار رکھا جائے۔ میں قادری ہوں تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نوشہ پاک اور مجدد الف ثانی کے ساتھ میری عقیدت میں کمی نہیں آنی چاہیے۔

۵۔ امارت علی منہاج الخلافۃ العثمانیہ کی تجویز بھی مخدوم صاحب کی "الصلح خیر" کی جانب پیش قدمی کا ایک حصہ تھی جسے علماء کی باریک بینیوں نے کسی ڈگر پر چلنے نہیں دیا اور وہ ایک علمی بحث بن کر سواد اعظم کی فائلوں میں دَم سادھے پڑی ہے۔ "مکالمۃ الصدرین" لکھ کر پاکستان کے بہی خواہوں کی صف میں گھس آنے والوں کو آج کمیٹیوں کی سربراہی، وزارتیں، سفارتیں اور کروڑوں کے ہدایا دیے جا رہے ہیں لیکن حقیقی بہی خواہ ابھی بھی ایوانوں سے باہر دھرنے دینے تک محدود ہیں۔

۶۔ مخدوم معین الدین نے محمد علی جناح کے بعد چوہدری محمد علی وزیر اعظم پاکستان کو سب سے مخلص رہنما قرار دیا کہ

آپ نے ۱۹۵۶ء کا آئین منظور کرانے اور اس میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دستورِ پاکستان میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے میں صدر الافاضل اور سید ابو البرکات کا کردار قابلِ رَشک ہے۔ آج ۲۹۵ سی، ۶۲، ۶۳ اور اٹھارویں ترمیم کے حوالے سے لوگ اپنی سیاست تو چمکاتے ہیں لیکن ان میں کوئی بھی اپنی علمیت، خلوص اور للّٰہیت میں صدر الافاضل، ابو البرکات اور مفتی غلام معین الدین نعیمی جیسا نہیں ہے۔

۷۔ موجودہ زمانے میں نوجوانوں کے حوالے سے مذہبی ادب، پرنٹ اور سوشل میڈیا کے باعث ہمیں جن چیلنجز کا سامنا ہے، اس حوالے سے بھی اس کتاب کا ایک پہلو بہت شان دار ہے۔ حافظ ریاض احمد اشرفی کی آنکھوں کا "طلوعِ اسلام" کی چکاچوند کے سامنے چندھیا جانا۔ پھر ایک عرصہ تک بصارت کا بحال نہ ہو پانا، عزیز و اقارب، دوست، احباب اور اساتذہ کا اپنے عزیز کی بصارت کم ہونے پر فکر مند ہونا، ذاتی ملاقاتوں، رسائل اور اجتماعی گفتگوؤں میں توجہ دلانا، آخر کار کوششوں کا بار آور ہونا اور حافظ ریاض احمد اشرفی کا پرویزیت سے رجوع الی الحق کرنا۔ ۔اس ساری کتھا کا ایک خوش گوار پہلو یہ ہے کہ مخدوم معین الدین نے حافظ صاحب کی واپسی کے لیے عرصہ تین سال تک دامے، درمے، قدمے، سخنے بہت کوششیں کیں، اس لیے حافظ صاحب نے دو خطوط مخدوم معین الدین اور ایک خط سید ابو البرکات کے نام لکھا۔ مدیر سوادِ اعظم نے تینوں خطوط اطلاع اور اِفادۂ عام کے لیے اپنے ہفت روزہ میں شائع کر دیے۔ سید ابو البرکات کے نام اپنے خط اور مخدوم کے نام اپنے پہلے خط میں حافظ صاحب نے صرف اپنے رجوع الی الحق سے متعلق وضاحت کی لیکن تیسرا خط مخدوم کے کچھ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ حق و باطل کی جنگ اَزل سے ہے اور اَبد تک جاری رہے گی۔ ہمیں اپنے اکابر کی طرح اپنا وزن، اپنی صلاحیت، اپنا علم حق کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہئے۔ حافظ صاحب کے یہ جوابات اس دَور کے نوجوانوں کے لیے بھی اہم تھے اور جب تک یہ فتنہ باقی ہے، ان کی اہمیت باقی رہے گی۔ اس خط میں حافظ صاحب نے عدیم الفرصتی کے سبب کچھ سوالات کے مختصر جوابات دیے اور کچھ سوالات کے جوابات کو موخر کر دیا۔ اگر آپ نے بعد ازاں کبھی یہ جوابات دیے اور وہ کہیں شائع ہوئے تو میری مؤلف کتاب سے درخواست ہے کہ ان سب جوابات کو یہاں جگہ دیں۔ اگر حافظ صاحب ابھی تک یہ جوابات نہیں لکھ سکے اور بقید حیات ہیں۔ اُمید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات ہوں گے۔ ان سے یہ جوابات لکھنے کی درخواست کی جائے اور سب جوابات کو ایک کتابچے کی صورت میں الگ بھی شائع کیا جائے۔

حافظ ریاض اشرفی نے "طلوعِ اسلام" کی ان نمایاں کرنوں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں؛ یعنی

۱۔ صاحب "طلوعِ اسلام" کا طرزِ خطابت۔

۲۔ صاحب "مفہوم القرآن" کا اندازِ تحریر اور منطقی انداز۔

حافظ صاحب رجوع الی الحق کرنے کے بعد بھی صاحب "لغات القرآن" کی علمیت سے اتنے متاثر تھے کہ ان کے زورِ تقریر و تحریر کے سامنے اپنے ڈھے پڑنے کی دلیل کے طور پر یہ آیت مبارکہ لکھی:

لا یجر منکم شنئان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ (المائدہ،۵:۸)

"لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

"طلوعِ اسلام" کی فکر سے کنارہ کشی کے اسباب پر مختصراً روشنی ڈالتے ہوئے حافظ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسے تمام مسلمان نوجوانوں کو بالعموم اور صحیح العقیدہ لوگوں کو بالخصوص ضرور پڑھنا چاہئے۔ چند ایک یہ ہیں:

۱۔ صاحب لغات القرآن کا قرآن کریم کی درست قرأت پر قادر نہ ہونا۔

۲۔ بہت سے عربی الفاظ کا نادرست تلفظ جیسے "اطاعت" کو "اَطایَت"، "مِنْ جَانِبِ الله" کو "مِنْ جَانِبُ الله"، "هَلْ جَزَاءِ الْإِحْسَانِ" کو "هل جزاء الْإِحْسَانَ"۔

حافظ ریاض اشرفی کے علمی اعتراضات کو صاحب مفہوم القرآن کے پیروکار "مولویت کے جراثیم" سے تعبیر کرتے اور

اُمید ظاہر کرتے کہ صاحب طلوع اسلام کی صحبت کے انجکشن لگتے رہیں گے تو یہ جراثیم مر جائیں گے۔ صد افسوس اس خود ساختہ لُغوی اور نام نہاد مفسر پر اور ہزار افسوس اس کے پیروکاروں پر۔

۳۔ صاحب "نظام ربوبیت" کی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۶ پر آیۂ کریمہ "لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ" (التوبۃ:۹:۳۴) ترجمہ: "لوگوں کا مال کھاتے ہیں" کو "لِیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ" لکھا ہے۔ اسے کتابت کی غلطی سمجھا جا سکتا تھا لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ ترجمے میں بھی اسی غلط "کسرہ" کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ یوں کیا گیا ہے "تاکہ عوام کی محنت کی کمائی کھاتے رہیں اور تخریبی نتائج پیدا کرتے رہیں۔"

۴۔ صاحب مفہوم القرآن 'صلوٰۃ خمسہ' کو "عمل متواتر" کا نام دے کر اس کے قائل ہیں۔ قربانی بھی عمل متواتر ہے لیکن اسے "عمل متوارث" کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

۵۔ صاحب لغات القرآن بظاہر دعوے عشق و محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کرتے نہیں تھکتے لیکن کثیر وسائل کے باوجود کبھی روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لیے نہیں گئے اور سب سے زیادہ نظر آنے والی سنت رسول داڑھی سے بھی محروم رہے۔

حافظ صاحب نے اپنے مختصر جوابات میں "تارکین حدیث" یا "اہل قرآن" لوگوں کی ایک فہرست دی ہے جو یقیناً عام قارئین اور طلباء علوم اسلامیہ کے لیے معلومات کا درجہ رکھتی ہے۔

عبداللہ چکڑالوی، محمد رمضان گوجرانوالوی، خواجہ احمد الدین امرت سری اور چوہدری غلام احمد پرویز۔

آخر میں حافظ ریاض اشرفی نے حق کی جانب اپنی واپسی کے لیے تین ہستیوں کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا ہے؛

۱۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی، ۲۔ مفتی محمد حسین نعیمی، ۳۔ مولانا محبوب الرحمن نقشبندی (راولپنڈی)

مذکورہ بالا علماء کے رویوں میں حافظ صاحب نے جس خاص خوبی کا ذکر کیا ہے وہ 'نرم دَم گفتگو اور گرم دَم جستجو' ہے۔ حافظ صاحب کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

"میں اپنے کرم فرما دوستوں اور شفیق علماء بالخصوص آپ (مفتی غلام معین الدین نعیمی) اور مفتی محمد حسین نعیمی کا ممنون ہوں، جنہوں نے پچھلے تین سال سے مسلسل اور پیہم کوششیں جاری رکھیں لیکن کہیں بھی اخلاق اور متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کا اور مفتی صاحب کا اندازِ تخاطب اور طرزِ شواہد میری ناقص رائے میں ایسا نہیں کہ کوئی بھی حق پرست اس کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ محسوس کر سکے۔ نیز صاحب زادہ مولانا محبوب الرحمن صاحب نقشبندی مدظلہ راولپنڈی والوں کا بھی ممنون ہوں کہ ان کی قوت روحانیہ نے بھی میرے لیے بہت کام کیا۔" (سواد اعظم، ۱۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

کتاب کے آخر میں "مکمل اسلامی انقلاب کا پیغام" کے زیر عنوان مخدوم معین الدین کا علماء و مشائخ کی جانب سے پاکستان میں مکمل اسلامی انقلاب کے لیے سولہ نکات پاکستان کی دستوری جدوجہد میں خاصے کی چیز ہیں۔ ان نکات میں مملکت خداداد میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے عملی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ان میں ملک کے اقتصادی، معاشی، معاشرتی، مالی اور تعلیمی پہلوؤں کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔ خارجہ پالیسی کے حوالے سے جو نکتہ مخدوم معین الدین نے پیش کیا، آج دیگر مذہبی جماعتیں بھی اسی کی موید بنی ہوئی ہیں۔ مخدوم کے الفاظ ہیں:

"کشمیر، جوناگڑھ، مناوادر جو بہر طور پاکستان کے حصے ہیں-ان کو حاصل کرنے کی بھرپور سعی کی جائے اور بھارت سے تمام نزاعی مسائل کو آبرومندانہ طے کیا جائے۔"

مخدوم غلام معین الدین کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کے مطالعے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آپ اور آپ کے خانوادے کے تمام افراد زندگی کے ہر لمحے میں پکار پکار کر یہی اعلان کرتے رہے؛

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم و للجهال مال

ترجمہ: ہم اپنے درمیان تقسیم کرنے والے بااختیار ربّ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمارے لیے علم ہو اور جاہلوں کے لیے مال و دولت۔

حضور مفتی اعظم کی یادگار گیا

کلام: صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

حضور مفتی اعظم کی یادگار گیا — وہ شہر علم و فضیلت کا تاجدار گیا

پڑھا کے سارے زمانے کو شرح عشق نبی (ﷺ) — امام اہل سنن، فخر روزگار گیا

رضا کے علم لدنی کا شاہکار گیا — رموز عشق حقیقی کا راز دار گیا

بنام تاج الشریعہ رسول کا نائب (ﷺ) — بنا کے دین کے گلشن کو لالہ زار گیا

بلند کر کے زمانے میں نام آل رضا — جناب حامد خوشتر کی یادگار گیا

فلک نے دیکھا نہیں آج تک منظر — کروڑوں کاندھوں پہ ہو کر سوئے مزار گیا

بنی ہے شہر مدینہ میں تربت عاشق — خدا کا شکر، قیامت کا انتظار گیا

بنائے جامعہ اسلامیہ کہیں جس کو — وہ شہر علم و فضیلت کا شہر یار گیا

دریدہ دامن گل ہے، ہر ایک پتہ اداس — یہ کون جان چمن ، نازش بہار گیا؟

بلک بلک کے یہ کہتے ہیں آج پیر و جواں — دلوں کا چین گیا، روح کا قرار گیا

رضا کے باغ کو سینچا ہے خون دل دے کر — کھلا کے لالئہ و گل، گلعزار گیا

شہید رہ رو حق، جہاں ہو، تاباں ہے — رضی اللہ عنہ، وہ باوقار گیا

وہ آج بھی ہمارے قریب ہے تاباںؔ
شہید عشق ہے، دنیا سے باختیار گیا

❀❀❀✣❀❀❀

مکتبہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

نام کتاب	صفحات	قیمت (روپے)
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۱۰ء	۳۹۰	۳۵۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۱۱ء	۱۳۸	۲۰۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۲۰۱۲ء	۱۳۴	۲۰۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۱۴/۲۰۱۳ء	۲۰۶	۲۰۰
سالنامہ معارفِ رضا (اردو) ۱۶/۲۰۱۵ء	۱۷۶	۲۰۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۵ء	۲۳۰	۱۵۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۷ء	۸۸	۱۵۰
معارفِ رضا سالنامہ (عربی) ۲۰۰۸ء	۱۶۰	۱۵۰
Maarif-e-Raza 2009 (English)	۱۴۴	۱۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۰ء	۴۰	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۱ء	۴۰	۵۰
مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۲ء	۴۰	۵۰
مولانا نقی علی خاں (پی ایچ ڈی مقالہ)	۲۲۵	۱۶۰
اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی (پی ایچ ڈی مقالہ)	۶۸۰	۴۰۰
تاج توقیت	۱۷	۲۵
مکتوباتِ مسعودی (خطوط ڈاکٹر محمد مسعود احمد)	۵۹۸	۴۰۰
مختصر تعارف، مطبوعات و کارکردگی ادارہ	۵۶	۲۵
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔ ایک تعارف	۵۶	۴۰
امام احمد رضا کی عربی خدمات (پی ایچ ڈی مقالہ)	۳۳۲	۵۰۰
دُودھ کے رشتے	۴۰	۳۰
کنز الایمان اور مقالہ شکیل اوج کا تقابلی جائزہ	۱۹۰	۲۰۰
خطبائے صدارت (آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس)	۶۴	۸۰
خطبائے صدارت (آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد)	۶۴	۸۰
انسائیکلوپیڈیا (مولانا عبدالحامد بدایونی)	۱۳۰۰	۱۵۰۰

نام کتاب	صفحات	قیمت (روپے)
قرآن سائنس اور امام احمد رضا	۴۸	۵۰
اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ	۸۰	۵۰
رضویات۔ نئے تحقیقی تناظر میں	۱۶۰	۱۵۰
دو مجدد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۹۶	۶۰
تعلیمی افکار رضا پر تحقیق	۱۷۴	۱۵۰
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بلوچستان میں	۶۴	۵۰
فروغِ صبحِ تاباں	۴۰۰	۴۰۰
سفرنامہ بنگلہ دیش	۵۰۴	۴۰۰
سفرنامہ قاہرہ	۳۰۴	۳۰۰
معارفِ اسلام (بچوں کا معارف)	۱۳۶	۲۰۰
درود و سلام کی حقیقت و اہمیت	۱۶۰	۲۰۰
سیر لامکاں	۱۹۲	۲۰۰
ایصالِ ثواب کے 25 طریقے (صغیر)	۸۰	۱۵۰
اشاریہ سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۶ء	۶۴	۱۰۰
التعلیقات الرضویہ علی فتاویٰ قاضی خان	۲۱۶	۲۰۰
الامام أحمد رضا خان وأثره في الفقه الحنفي	۴۰۰	۵۰۰
النثر الفني	۱۶۵	۲۵۰
حياة الامام أحمد رضا	۵۵	۷۰
الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية (عربی)	۱۶۰	۱۰۰
Hussam-ul-Haramain	۱۵۵	۱۰۰
حاشیہ جامع الافکار (از امام احمد رضا)	۸۰	۵۰
امام احمد رضا بر بیچ افغانی (بزبان پشتو)	۵۶	۲۰
امام احمد رضا ڈیجیٹل لائبریری	۳ سی	۱۵۰
مجموعہ مقالاتِ معارفِ رضا PDF (DVD)	1980ء تا 2013ء	

38ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس 2017ء

کی روزنامہ "جنگ" کراچی میں شائع ہونے والی خبر

THE DAILY JANG KARACHI
روزنامہ جنگ کراچی
FRIDAY NOVEMBER 10, 2017
بانی..... میر خلیل الرحمٰن
جلد 81 | جمعہ 20 رصفر المظفر 1439ھ 10 رنومبر 2017ء | نمبر 309

امام احمد رضا کی شخصیت یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہے، مقررین

امام احمد رضا کانفرنس سے ڈاکٹر اختر بلوچ، صاحبزادہ وجاہت رسول، آزاد بن حیدر اور دیگر کا خطاب

کراچی (پ ر) شیخ الجامعہ بینظیر بھٹو یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر اختر بلوچ نے کہا ہے کہ امام احمد رضا کی شخصیت یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہے جنہوں نے مسلمانوں کو مذہبی، سیاسی، سماجی، سائنسی، معاشی، اقتصادی سمیت تقریباً ہر شعبہ میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، دور حاضر کے مسائل کے تدارک کیلئے امام احمد رضا کے افکار کو عملی طور پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے المیہ یہ ہے کہ امن پسند مدبرانہ

باقی صفحہ 17 نمبر 4

بقیہ | مقررین | 4

شخصیات کو پاکستان اسٹڈیز میں نظر انداز کیا گیا ہے، اس موقع پر انہوں نے اعلان کیا کہ بینظیر بھٹو یونیورسٹی کراچی میں امام احمد رضا چیئر کا قیام عمل میں لایا جائے گا، پاکستان اسٹڈیز میں امام احمد رضا کے مضامین کو شامل کیا جائے گا، ان خیالات کا اظہار انہوں نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل اور شعبہ علوم سماجی جامعہ کراچی کے اشتراک سے آرٹس آڈیٹوریم میں منعقدہ 38ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس بعنوان ماہر سماجی علوم مولانا احمد رضا خاں کے "سیاسی افکار واثرات اور اطلاق" سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا، کانفرنس میں ممتاز اسکالرز پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد قادری رئیس کلیہ سماجی علوم جامعہ کراچی، صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکرٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، پروفیسر دلاور خاں نوری، تحریک پاکستان کے کارکن آزاد بن حیدر نے خصوصی خطاب کیا جبکہ ملک کے ممتاز اسکالرز پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد صدر شعبہ تاریخ اسلام اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، پروفیسر ڈاکٹر وسیم الدین صدر شعبہ بین الاقوامی تعلقات جامعہ کراچی، مفتی عبدالرحمن لیکچرار آغا خان کالج کراچی، ڈاکٹر سہیل شفیق استاد شعبہ تاریخ اسلام جامعہ کراچی، پروفیسر دلاور خاں پروفیشنل ڈیولپمنٹ سینٹر ایجوکیشن کراچی، ڈاکٹر محمد یونس قادری چیئرپرسن شعبہ سیاسیات علیمیہ یونیورسٹی کراچی نے مقالات پیش کئے، اس موقع پر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کی تین کتب سفرنامہ قاہرہ، سفرنامہ بنگلہ دیش، اور معارف اسلام کا اجراء کیا گیا۔

MC-1071

وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون سائنس اور ٹیکنالوجی

شعبہ مطالعہ پاکستان' عبدالحق کیمپس' بابائے اردو روڈ' کراچی۔فون: 99215371 فیکس : 99215369

مورخہ: ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۷ء

پیغام

کانفرنس بعنوان: "ماہر سماجی علوم امام احمد رضاخاں کے سیاسی افکار، اثرات اور اطلاق"

برصغیر پاک وہند کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ کچھ شخصیات ایسی گزری ہیں جنہوں نے تاریخ کارخ موڑ دیا اور آج بھی عوام الناس ان کی خدمات کی نہ صرف معترف ہیں بلکہ انہیں اپنا رول ماڈل تصور کرتے ہیں اگر ان شخصیات کی فہرست مرتب کی جائے تو اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان صاحب سرفہرست نظر آتے ہیں۔ وہ نہ صرف سچے عاشق رسول ﷺ اور غلام اہل بیت تھے بلکہ سیاسی طور پر بھی ان کی تعلیمات نے جدوجہد آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے قائم کئے گئے مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء نے تحریک پاکستان میں جو قربانیاں دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ ہر اس تحریک، جدوجہد اور مطالبے کی مخالفت کرتے تھے جس میں ہندوؤں اور ان کی سیاست شامل تھی انہوں نے تحریک خلافت کی مخالفت صرف اس وجہ سے کی کہ اس میں ہندو شامل تھے وہ جانتے تھے کہ ہندو کبھی بھی مسلمانوں کے ہمدرد نہیں ہو سکتے انہیں جب بھی موقعہ ملے گا وہ مسلمانوں کو دھوکہ دے جائیں گے اسی طرح جب ابوالکلام آزاد اور دوسرے کانگریسی علماء نے ہندوستان کو "دارالحرب" قرار دے کر ہجرت کا فتویٰ دیا تو آپ نے اس کی شدید مخالفت کی، کیونکہ اس سے صرف ہندوؤں ہی کو فائدہ پہنچنا تھا۔ مشہور مورخ میاں عبدالرشید تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد رضاخاں صاحب کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدانِ سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کا واضح موقف تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کو ایسا اشتراک نہیں ہو سکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ انہوں نے گاندھی اور دوسرے ہندوؤں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکر قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ قائداعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ تحریکیں مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں۔

حضرت امام احمد رضا کا ایک اہم کارنامہ جو عموماً عام قارئین کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہے وہ رد قادنیت ہے انہوں نے اس دور کے ایک اہم فتنے جو مرزا احمد قادیانی کی شکل میں ظاہر ہوا جسے انگریزوں کی حمایت حاصل تھی اس جانب بھرپور توجہ دی انہوں نے مسلمانوں کو اس فتنے سے بچانے کے لئے تحریر و تقریر دونوں سے کام لیا اور قادیانی کو پُرزور الفاظ میں مرتد اور کافر قرار دیا۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ قادیانیت کے فتنے کے خاتمے کی جو شمع مولانا نے جلائی تھی اس کی تکمیل 1973ء میں مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھوں ہوئی جب انہوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی قرارداد منظور کرائی اور اسے مملکت خداداد پاکستان کے آئین کا حصہ بنایا۔

میں صدر ادارہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، جنرل سکریٹری ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اور ان تمام حضرات کو جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے وابستہ ہیں انہیں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں جو امام احمد رضاخاں صاحب کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں اور ان کا پیغام اور تعلیمات عام کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں افکارِ رضا کی ترویج و اشاعت میں اس کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ڈاکٹر اسماعیل موسیٰ
صدر شعبہ مطالعہ پاکستان
وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

دفتر (کراچی) گلشن اقبال، یونیورسٹی روڈ۔ کراچی فون 8-021-99244141 فیکس 021-99243928

Raza Research Institute
E.mail: imamahmadraza@gmail.com, Phone: 0092-21-32725150
www.imamahmadraza.net